مشاورت

علامہ شاہ تراب الحق قادری
الحاج شفیع محمد قادری
علامہ ڈاکٹر حافظ عبدالباری
منظور حسین جیلانی
حاجی عبداللطیف قادری
ریاست رسول قادری
حاجی حنیف رضوی
کے . ایم . زاھد

سرکولیشن
محمد فرحان الدین قادری

کمپوزنگ
محمد کاشف خان

دائرے میں سرخ نشان
ممبر شپ ختم ہونے کی علامت ہے
زر تعاون ارسال فرما کر مشکور فرمائیں

سیکریٹری اشتہارات
سید محمد خالد قادری

ھدیہ فی شمارہ =/15 روپیہ، سالانہ 150 روپیہ، بیرونی ممالک =/10 ڈالر سالانہ، لائف ممبر شپ -/300 ڈالر

نوٹ: رقم دستی یا بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارف رضا" ارسال کریں، چیک قابل قبول نہیں

25 جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی (74400)، فون: 021-7725150
فیکس: 021-7732369، ای میل: marifraza@hotmail.com

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی سے شائع کیا۔)

آئینہ

نمبرشمار	موضوعات	مضامین	نگارشات	صفحہ
1	اپنی بات	مومن کی اصل عید	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری	3
2	معارف قرآن	تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے	امام احمد رضا خاں قادری بریلوی	6
3	معارف حدیث	سنت کی اہمیت	علامہ محمد حنیف رضوی	8
4	معارف القلوب	اظہار تمنا کے انداز	علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمتہ	11
5	معارف اسلام	اسوۂ حسنہ کے چراغ	علامہ سید آل حسنین میاں قادری برکاتی	13
6	معارف رضویات	مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی کا سب سے اہم محرک	ڈاکٹر تنظیم الفردوس	14
7	معارف اسلاف	ابراہیم دھان مکی کا خاندان	محمد بہاؤالدین شاہ	19
8	معارف طلباء	ایمان کا قیدی جہاد کا بطل جلیل	شیخ محمد صالح فرفور	20
9	بچوں کا معارف	حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا	علامہ مولانا فضل القدیر ندوی	22
10	معارف اسلام	جدید دور کے تناظر میں شورائی حکومت	ثمر سلطانہ	24
11	فروغ رضویات کا سفر	اپنے دیس بنگلہ دیس میں	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری	32
12	تعارف وتبصرہ	حسان الہند	قاضی عبدالدائم دائم	34
13	دینی وملی خبریں	سنی رضوی عرس محدث اعظم	ادارہ	35
14	دورونزدیک سے	آپ کے خطوط کے آئینے میں	ادارہ	37
16	ذکرِ وفکرِ رضا	جرائد ورسائل کے آئینے میں	حکیم قاضی عابد جلالی	38
17	معارف رضویات	رضویات پر ایک تحریر کا عکس	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان	39

اپنی بات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مومن کی اصل عید

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ سب کو عید سعید کی خوشیاں مبارک ہوں!

اس بار ماہ دسمبر میں اہل ایمان دو مبارک اسلامی مہینوں کی برکات ورحمت سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ اس کا نصف اول رمضان المبارک کے بابرکت شب وروز پر مشتمل ہے اور نصف آخر شوال المکرّم کی سعید گھڑیوں پر۔ اللہ عزوجل کے حبیب لبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کے مطابق رمضان المبارک رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے تو شوال المکرّم ان رحمتوں اور برکتوں کی بارگاہ الٰہی سے خصوصی عطا پر خوشیاں منانے اور اللہ رب ذوالجلال والاکرام کے حضور اس کی ان نعمتوں پر سجدہ شکر بجالانے کا مہینہ ہے۔ خوشیاں وہی مناتے ہیں اور اس کا حق بھی صرف انہی کو ہے جنہوں نے رمضان المبارک کی نیک ساعتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اپنے نفس کا تزکیہ کیا۔ اپنے ظاہر وباطن کی اصلاح کی، پاکیزہ اور ستھرے ہوئے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کی خاطر اس کے رسول مکرم واکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واتباع میں جسم وروح کے ساتھ اس کے حضور سجدہ ریز ہوئے، انہی کے لئے قرآن مجید کا یہ اعلان مژدہ ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ہ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (القرآن ۸/۱۴)

''بیشک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی'' (کنزالایمان)

بالفاظ دیگر جس نے تزکیہ نہ کیا اور اپنے اعمال کو گناہوں سے آلودہ ہونے سے نہ روکا اس کے لئے کوئی فلاح نہیں، اور روزے کا ماحصل بھی قرآن کریم نے یہی بتایا ہے: لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْن (کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے) (البقرہ: ۲/۱۸۳)

شوال المکرّم کا مہینہ اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کا مہینہ ہے۔ اس کا پہلا دن یعنی یکم شوال ان کی عید کا دن اور گناہوں سے مغفرت کا دن ہے۔ لفظ عید ''عوائد'' سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں منافع۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیث شریف میں شب عیدالفطر کا نام ''شب جائزہ'' یعنی انعام کی رات آیا ہے۔ عید کا دن بارگاہ الٰہی میں حصول تقویٰ وطہارت پر اظہار تشکر کا دن ہے۔ آج کے دن جو لوگ لہو ولعب، منہیات ومنکرات، ناچ گانے، اور ٹی وی پر حسن وشباب کے مظاہر واہیات پروگراموں کے دیکھنے میں مشغول ہونے کو عید کی خوشیوں کے اظہار کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ وہ ماہ رمضان المبارک میں حاصل کی گئی اپنی نیکیوں کو چند لمحوں میں نہ صرف برباد کر دیتے ہیں بلکہ اپنے اس عمل سے اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول معظم محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب اور ان کی ناراضگی کا دیدۂ دانستہ موجب بھی بنتے ہیں۔ پیران پیر دستگیر حضرت سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز عید کے اسلامی تصور کی جامع وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''عید میں اچھا لباس پہننے، عمدہ اور لذیذ کھانے کھانے، حسین عورتوں سے (مصافحہ) معانقہ کرنے اور لذت وشہوات سے لطف اندوز ہونے سے عید نہیں ہوتی، بلکہ مسلمان کی عید ہوتی ہے طاعت وبندگی کی علامات کے ظاہر ہونے سے، گناہوں اور خطاؤں سے دوری سے، سیئات کے عوض حسنات کے حصول سے درجات کی بلندی کی بشارت، اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلعتیں، بخششیں اور کرامتیں حاصل ہونے سے، نور ایمان سے سینے کی روشنی، قوت یقین اور دوسری نمایاں علامات کے سبب دل میں سکون (واطمینان) پیدا ہوجانے سے، علوم وفنون اور حکمتوں کا دل کی اتھاہ سمندر سے نکل کر زبان پر رواں ہوجانے سے عید کی حقیقی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں۔'' سیدنا غوث اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان مزید فرماتے ہیں: ''عید کی خوشی منانے میں مومن اور کافر دونوں شریک ہیں، یعنی کافر بھی (اپنی) عید مناتا ہے اور مومن بھی، لیکن کافر کی عید شیطان کی خوشنودی کے لئے ہے اور مومن کی عید اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے۔'' اس سلسلے میں وہ امیر المومنین سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ایک خوبصورت مقولہ بھی نقل فرماتے ہیں کہ: ''ہر وہ دن ہمارے

لئے عید کا دن ہے جس دن ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں'' (غنیۃ الطالبین)، لہٰذا مذکورہ ارشادات کی روشنی میں ہر صاحب عقل وشعور (مومن) کے لئے مناسب رویہ اور زیبا روش یہ ہے کہ روزے کے اسلامی فلسفہ ''لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْن'' پر نظر رکھے عید کے ظاہر پر نظر نہ کرے نہ کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ کی عید کی ظاہر ''گلیمر'' (بھڑک چمک) سے مرعوب ہو بلکہ اس کے باطن اور روح کو سمجھے۔ لہٰذا عید الفطر اس شکرانے کا دن ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی عطا فرمائی، اور غلامی کے طفیل رمضان المبارک کے روزوں کو ہمارے لئے سامان بخشش بنایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَاھَدٰکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (البقرہ:۲/۱۵) ترجمہ: ''اور اللہ کی بڑائی بولو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت کی اور کہیں تم حق گذار ہو (اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے)''

اس حق گذاری کا تقاضہ یہ ہے ہم اس کے محبوب اکرم رسول معظم، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کریں۔ ان کے اسوۂ حسنہ پر نیک نیتی اور خوشدلی سے عمل پیرا ہوں۔ ان کے ذکر کی محفل سجائیں، اٹھتے بیٹھتے ان کا چرچا کریں اور اس دن کو بھی نہ بھولیں جس دن اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان خصوصاً مسلمانوں پر اپنا سب سے بڑا احسان اپنی اس ''نعمت عظمیٰ'' کو مبعوث فرما کر کیا، کیونکہ دنیا وآخرت کی ہر نعمت کا سرچشمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات مبارکہ ہے اور دنیا کی تمام خوشیاں اور زندگی کی تمام عیدیں صدقہ ہیں اس مبارک دن کا جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود نے اس دنیائے آب وگل کو رونق بخشی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو بہار آئی، درخت اور پودے لہلائے، کلیوں کو مسکراہٹ، پھولوں کو حسن اور غنچوں کو شگفتگی ملی۔

یہ مہک جھلک، یہ چمک دمک، سب اسی کے دم کی بہار ہے
یہ صبا سنک، وکلی چٹک، یہ زباں چہک لب جو چھلک

کائنات کے ذرے ذرے نے جشن آمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم منایا۔ دنیا اسے ''عید میلاد النبی'' صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جانتی ہے۔ مومن اس دن ''جشن عید میلاد النبی'' صلی اللہ علیہ وسلم مناتا ہے۔ دراصل یہ مبارک دن عیدوں کی عید کا دن ہے۔ مومن کی سب سے بڑی عید حسن تمامی کائنات سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور کی دید ہے ؎

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے، وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لئے

یہ وہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا

قارئین کرام!

برصغیر جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے لئے ماہ شوال المکرم کی ایک اور اہمیت بھی ہے۔ ۱۰ شوال المکرم کو اس خطہ کی عظیم عبقری، علمی، دینی اور روحانی شخصیت، شیخ الاسلام والمسلمین، ابوحنیفۂ ثانی، فقیہہ ہفت کشور، مجدد دین وملت، امام المحدثین، علامہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس اللہ العزیز کا یوم ولادت ہے۔ آپ ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ۔۔۔۔۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو یوپی (ہندوستان) کے شہر بریلی شریف میں پیدا ہوئے اور تقریباً ۶۸ سال علم وعرفان کے چراغ روشن رکھنے اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کو منور کرتے رہنے کے بعد ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو بوقت اذان جمعہ اپنے خالق حقیقی کی بارگاہ عالی میں حاضر ہوگئے۔ رحمہ اللہ علیہ رحمتہ واسعہ۔ امام نے اپنے ابتدائی دور میں اپنی ولادت باسعادت کی تاریخ اس آیت کریمہ سے استخراج کی۔

اُولٰئِکَ کَتَبَ فِی قُلُوبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوحٍ مِّنْہُ (المجادلہ:۵۸/۲۲): ''یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی'' (کنز الایمان)

دیکھا جائے تو ان کی زندگی مستعار کا ہر ورق اسی آیۂ کریمہ کی تفسیر ہے۔ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں: ''بحمد اللہ تعالیٰ بچپن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے اور میرے بچوں اور بچوں کو بھی بفضل اللہ تعالیٰ عداوت اعداء اللہ گھٹی میں پلادی گئی ہے، بحمد اللہ اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا ''لا الہ الا اللہ'' دوسرے پر لکھا ہوگا ''محمد رسول اللہ'' جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بحمد اللہ ہر بدمذہب پر فتح پائی۔'' ایمان وعقیدہ کی اسی پختگی کی بناء پر وہ زندگی بھر نہ کسی سے دبے، نہ کسی کے آگے جھکے۔ نہ انہوں نے صاحب تخت وتاج اور صاحب ثروت وحکومت کی پرواہ کی۔ تمام عمر اعلاء کلمۃ الحق کا کٹھن فریضہ انجام دیا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہوں کے گستاخوں کی بیخ کنی اور علوم دینیہ کی خدمت میں بسر لی۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی زندگی کا طرہ امتیاز اور اسوۂ حسنہ پر سختی سے عمل آپ کے کردار و گفتار کی خصوصیات تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیائے ''عشق'' میں ''امام احمد رضا'' کا اسم گرامی حق وصداقت کی نشانی بن گیا اور آپ سے نسبت برِاعظم ایشیا کے صحیح العقیدہ مسلمانوں کی شناخت بن چکا ہے۔ وہ عبقری وقت تھے۔ ۷۰ سے زیادہ علوم پر حاوی اور ایک ہزار سے زیادہ کتب کے مصنف تھے۔ ان کا نعتیہ کلام معنون بہ ''حدائق بخشش'' اللہ غفور ورحیم کی مغفرت اور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا اسم بامسمیٰ باغ ہے جو ان کے نعتیہ اشعار کو وظیفہ بنالے وہ یقیناً مغفور ہے۔ ان کی تحریرات بھی رضائے الٰہی اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ ہیں ان کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والے صاحب علم اور اہل انصاف وحقیقت اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ انہوں نے جو کچھ لکھا اخلاص فی اللہ کے جذبہ سے لکھا۔ اللہ تعالیٰ کسی کے اخلاص کو ضائع نہیں فرماتا۔ یہ ان کے اخلاص کی ہی برکت ہے کہ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی شہرت وعظمت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اہل علم و دانش ان کے ورثہ علمی کی طرف زیادہ سے زیادہ تعداد میں متوجہ ہورہے ہیں۔ ان کی حیات اور علمی فتوحات کے نت نئے گوشے منظر عام پر آرہے ہیں۔ عربی اردو، فارسی، انگریزی، بنگالی، ہندی، جیسی بین الاقوامی زبانوں اور سندھی، پشتو، بروہی، مقامی زبانوں میں امام احمد رضا پر کام ہورہا ہے۔ دنیا کی پچیس ۲۵ سے زیادہ جامعات میں ام۔ اے کی سطح سے لے کر پی۔ ایچ۔ ڈی کی سطح تک تحقیقی مقالاجات لکھ جاچکے ہیں اور مزید لکھے جارہے ہیں۔ ابتک ۲۵ کے قریب پی۔ ایچ۔ ڈی رجسٹر ہوچکی ہیں جن میں سے ۱۶ تھیسس منظور ہوچکی ہیں۔ ۲۵ سال کی مختصر مدت میں کسی ایک شخصیت پر اتنی بڑی تعداد میں ڈاکٹریٹ آف فلاسوفی کے حصول کے لئے عالمی جامعات میں اسکالرز کا رجسٹر ہونا یہ بھی امام احمد رضا کے بلند علمی قد وقامت اور عبقریت کی واضح دلیل ہے۔ عالم اسلام میں اس کی نظیر شاید ہی مل سکے۔

دینی اور علمی خدمات کے علاوہ امام صاحب نے، سیاسی، معاشی اور ملی سطح پر بھی رہبری ورہنمائی کا فریضہ بطریق احسن انجام دیا ہے۔ علمائے سیاسیات نے انہیں برصغیر جنوبی ایشیا میں دوقومی نظریہ کے اولین مبلغین میں شمار کیا ہے۔ تحریک آزادی ہند وتحریک پاکستان کے حوالے سے ان کے مریدین خلفاء اور متوسلین کی ناقابل فراموش خدمات ہیں جن سے کسی طور پر صرف نظر نہیں کیا جاسکتا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ اور ان کے متوسلین علماء محسنین قوم وملت ہیں۔ وہ قدر ومنزلت کے اعلیٰ مقام کے مستحق ہیں۔ ان کی خدمات اور کارنامے اس قابل ہیں کہ ہر سال ان کا یوم ولادت اور یوم وصال پروقار طریقہ پر سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر منایا جائے۔ افسوس کہ قیام پاکستان کے بعد سے آج تک اس ملک کے ارباب بست وکشاد حصول اقتدار اور دولت کی رسہ کشی میں ایسے مشغول ہوئے کہ انہوں نے وہ تمام وعدے اور مقاصد فراموش کردیئے کہ جس کے لئے اس مملکت خداداد پاکستان کا قیام لاکھوں مسلمانوں کی جان ومال کی قربانیوں اور خانماں بربادی کے بعد عمل میں آیا تھا۔ وہ احسان فراموشی کے ساتھ ساتھ اب خود فراموشی کی سنگین ملی بیماری میں مبتلا ہوچکے ہیں۔ ان سے اب کسی قسم کی خیر کی توقع بظاہر عبث ہی نظر آتی ہے، لیکن نجی، عوامی اور اداروں کی سطح پر امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان اور ان جیسی دیگر شخصیات کو خراج تحسین پیش کرنے کا بامقصد اور پروقار راستہ یہی ہے کہ ہم ان کی حیات اور کارناموں کو خالص علمی وتحقیقی انداز اور تاریخی پس منظر میں قلمبند کرکے نشر واشاعت کے تمام جدید وسائل مثلاً اشاعت کتب، اخبارات، جرائد، ٹی۔ وی، ویب سائٹ، کے ذریعہ اپنی نئی اور آنے والی نسلوں کے استفادے کے لئے پیش کریں، انشاء اللہ اس کے دوررس نتائج مرتب ہوں گے۔ اس سے جہاں عوام الناس، خصوصاً نئی نسل کے علم وآگہی میں اضافہ ہوگا، اپنے اسلافِ کرام کی سیرت وکردار سے آگہی ان کی اپنی کردار سازی کے لئے مدومعین ثابت ہوگی وہیں اہل علم ودانش اور محققین کے لئے تشویق وترغیب کا سامان بہم ہوگا۔

اسلاف کرام کی حیات اور ان کے علمی کارناموں کے نئے نئے زاویئے سامنے آئیں گے۔ تحقیق کے نئے در وا ہوں گے اور حقائق کی روشنی میں تاریخی فروگذاشتوں اور بددیانتیوں کا نہ صرف ازلہ ہوسکے گا بلکہ تاریخ نویسی میں غیر جانبدارانہ نظریہ اور علمی اور تحقیقی طرز نگارش کو فروغ ملے گا، متشددانہ تحریرات اور خالصتاً فرقہ وارانہ نظریات وعقائد کو جبر وتشدد اور منافرت کے ذریعہ ابلاغ کی حوصلہ شکنی ہوگی، دلائل وبراہین کے ساتھ ہوشمندانہ طرز تحریر وتکلم کو ترغیب ملے گی۔

سرائے مدرسۂ وبحث علم نطق ورواق	چہ سود چون دل دانا وچشم بینانیست
سرائے قاضی یزد ارچہ منبع فضل ست	خلاف نیست کہ علم نظر در آنجانیست

معارف قرآن
تفسیر رضوی

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخاں قادری بریلوی علیہ الرحمتہ

وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ط وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا ط (النساء:۴:۱۱۳)

''اے نبی! اللہ نے تم کو سکھایا جو تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل تم پر بڑا ہے۔''

یہاں نامعلوم باتوں کا علم عطا فرمانے کو اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و مدائح میں شمار فرمایا اور فرماتا ہے وَاِنَّہٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰہُ ''بیشک یعقوب ہمارے سکھانے سے علم والا ہے'' اور فرماتا ہے وَبَشَّرُوْہُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ (۱۸/۶۵) ''ملائکہ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ایک علم والے لڑکے اسحٰق علیہ الصلوۃ والسلام کی بشارت دی۔'' اور فرماتا ہے وَعَلَّمْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ہم نے خضر کو اپنے پاس سے ایک علم سکھایا۔'' وغیرہ آیات، جن میں اللہ تعالیٰ نے علم کو کمالات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام والثناء میں گنا۔ اب زید کی جگہ اللہ عزوجل کا نام پاک لیجئے اور علم غیب کی جگہ مطلق علم، جس کا ہر چوپائے کو ملنا اور بھی ظاہر ہے اور دیکھئے کہ اس بدگوئے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقریر کس طرح کلام اللہ عزوجل کا رد کر رہی ہے یعنی یہ بدگو خدا کے مقابل کھڑا ہو کر کہہ رہا ہے کہ '' آپ (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام)'' کی ذات مقدسہ پر علم کا اطلاق کیا جانا اگر بقول خدا صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس علم سے مراد بعض علم ہے یا کل علوم، اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں حضور اور دیگر انبیاء کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم کہا جائے، پھر اگر خدا اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو عالم کہوں گا تو پھر علم کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہوسکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جائے تو نبی اور غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا لازم ہے، اور اگر تمام علوم مراد ہیں، اس طرح کہ اس سے ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے، انتہیٰ۔

پس ثابت ہوا کہ خدا کے وہ سب اقوال اس کی اسی دلیل سے باطل ہیں۔ مسلمانو! دیکھا کہ اس بدگو نے فقط محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو گالی نہ دی بلکہ ان کے رب جل وعلا کے کلاموں کو بھی باطل و مردود کر دیا۔ مسلمانو! جس کی جرأت یہاں تک پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو پاگلوں اور جانوروں کے علم سے ملا دے اور ایمان اسلام و انسانیت سب سے آنکھیں بند کر کے صاف کہہ دے کہ نبی اور جانور میں کیا فرق ہے، اس سے کیا تعجب کہ خدا کے کلاموں کو رد کرے، باطل بتائے، پس پشت ڈالے، زیر پا ملے بلکہ جو یہ سب کچھ کلام اللہ کے ساتھ کر چکا وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس گالی پر جرأت کر سکے گا مگر ہاں اس سے دریافت کرو کہ آپ کی یہ تقریر خود آپ اور آپ کے اساتذہ میں جاری ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر ہے تو کیا جواب؟ ہاں ان بدگویوں سے کہو! کیا آپ حضرات اپنی تقریر کے طور پر جو آپ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جاری کی، خود اپنے آپ سے اس دریافت کی اجازت دے سکتے ہیں کہ آپ صاحبوں کو عالم فاضل مولوی ملاچنیں چناں فلاں فلاں کیوں کہا جاتا ہے اور حیوانات و بہائم مثلاً کتے، سور کو کوئی ان الفاظ سے تعبیر نہیں کرتا۔ ان مناصب کے

* ماخوذ از تمہید ایمان، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ

باعث آپ کے اتباع واذ ناب آپ کی تعظیم تکریم تو قیر کیوں کرتے، دست و پا پر بوسہ دیتے ہیں اور جانوروں مثلاً الو، گدھے کے ساتھ کوئی یہ برتاؤ نہیں برتتا؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ کل علم تو قطعاً آپ صاحبوں کو بھی نہیں بعض میں آپ کی کیا تخصیص؟ ایسا علم تو الو، گدھے، کتے، سور سب کو حاصل ہے تو چاہئے کہ ان سب کو عالم وفاضل وچنیں وچناں کہا جائے۔ پھر اگر آپ اس کا التزام کریں کہ ہاں ہم سب کو علماء کہیں گے تو پھر علم کو آپ کے کمالات میں کیوں شمار کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کو بھی خصوصیت نہ ہو، گدھے، کتے، سور سب کو حاصل ہو وہ آپ کے کمالات سے کیوں ہوا؟ اور اگر التزام نہ کیا جائے تو آپ ہی کے بیان سے آپ میں اور گدھے کتے، سور میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔ فقط

مسلمانو! یوں دریافت کرتے ہی بعونہ تعالیٰ صاف کھل جائے گا کہ ان بدگویوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسی صریح شدید گالی دی اور ان کے رب عزوجل کے قرآن مجید کو جابجا کیسا رد و باطل کر دیا۔ مسلمانو! خاص اس بدگو اور اس کے ساتھیوں سے پوچھو، ان پر خود ان کے اقرار سے قرآن عظیم کی یہ آیات چسپاں ہوئیں یا نہیں۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيراً مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ط أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ط أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ٥ (الاعراف ۷/۱۷۹)

''اور بیشک ضرور ہم نے جہنم کے لئے پھیلا رکھے ہیں، بہت سے جن اور آدمی ان کے وہ دل ہیں جن سے حق کو نہیں سمجھتے اور وہ آنکھیں جن سے حق کا راستہ نہیں سوجھتے اور وہ کان جن سے حق بات نہیں سنتے، وہ چوپائیوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر بہکے ہوئے وہی لوگ غفلت میں پڑے ہیں۔''

اور فرماتا ہے:

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلاً ۙ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ط إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلاً ٥ (الفرقان ۲۵/۴۳)

''بھلا دیکھو تو جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنالیا تو کیا تو اس کا ذمہ لے گا یا تجھے گمان ہے کہ ان میں بہت سے کچھ سنتے یا عقل رکھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے، بلکہ وہ تو ان سے بھی بڑھ کر گمراہ ہیں''

ان بدگویوں نے چوپایوں کا علم تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علم کے برابر مانا۔ اب ان سے پوچھئے کیا تمہارا علم انبیاء یا خود حضور سید الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ الثناء کے برابر ہے۔ ظاہراً اس کا دعویٰ نہ کریں گے اور اگر کہہ بھی دیں گے کہ چوپایوں سے برابری کر دی، آپ تو دو پائے ہیں برابر ماننے کیا مشکل ہے، تو یوں پوچھئے تمہارے استادوں، پیروں، ملانوں میں کوئی بھی ایسا گزرا جو تم سے علم میں زیادہ ہو یا سب ایک برابر ہو؟ آخر کہیں تو فرق نکالیں گے تو ان کے وہ استاد وغیرہ تو ان کے اقرار سے علم میں چوپائیوں کے برابر ہوئے اور یہ ان سے علم میں کم ہیں، جب تو ان کی شاگردی کی اور جو ایک مساوی سے کم ہو دوسرے سے بھی ضرور کم ہوگا تو یہ حضرات خود اپنی تقریر کی رو سے چوپایوں سے بڑھ کر گمراہ ہوئے اور ان آیتوں کے مصداق ٹھہرے كَذَٰلِكَ الْعَذَابُ ط وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ط لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ٥

مسلمانو! یہ جماعتیں تو ان کلمات کی تھیں جن میں انبیائے کرام وحضور ﷺ پر نور سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہاتھ صاف کئے گئے، پھر ان عبارات کا کیا پوچھنا جن میں اصالۃ بالقصد رب العزت عز جلالہ، کی عزت پر حملہ کیا گیا ہو۔ خدارا انصاف کیا جس نے کہا کہ میں نے کب کہا ہے کہ میں وقوع کذب باری کا قائل نہیں ہوں یعنی وہ شخص اس کا قائل ہے کہ خدا بالفعل جھوٹا ہے جھوٹ بولا جھوٹ بولتا ہے۔ اس کی نسبت یہ فتویٰ دینے والا کہ اگر چہ اس نے تادیل آیات میں خطا کی مگر تا ہم اس کو کافر یا بدعتی ضال کہنا نہیں چاہئے جس نے کہا کہ اس کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہئے۔

(جاری ہے)

معارف حدیث
من افاضات امام احمد رضا

۴۔ سنت کی اہمیت

مرتبہ: علامہ محمد حنیف خان رضوی*

۵۱۔عن ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لَاأُلْفِيَنَّ أَحَدَ كُمْ مُتَّكِئاً عَلٰى أَرِيكَتِهِ يَاتِيهِ أَمْرٌ مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ اَوْنَهِيْتُ عَنْهُ فَيَقُوْلُ: لَا أَدْرِىْ مَا وَجَدْ نَا فِى كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاه۔

(فتاوی رضویہ ۹/۱۱۹)

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کسی کو نہ پاؤں مسہری پر تکیہ لگا کر یہ کہتے ہوئے حالانکہ اس کے پاس میرے احکام میں سے جن کا میں نے حکم دیا، یا جس سے میں نے منع کیا کوئی حکم پہنچے اور وہ کہہ دے کہ ہم نہیں جانتے، جو قرآن کریم میں پائینگے ہم اس کی پیروی کریں گے۔۱۲م

۵۲۔عن المقداد بن معدی کرب الکندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

أَلَا اِنِّى أُوْتِيْتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ ۔ أَلَا يُوْشِكُ رَجُلٌ يَنْثَنِى شَبْعَاناً عَلٰى اَرِيكَتِهِ يَقُوْلُ: عَلَيْكُمْ بِالْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيْهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحَلُّوْهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ الَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِى وَلَا كُلُّ ذِىْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ، أَلَا وَلَا لُقَطَةٌ مِنْ مَالِ مُعَاهِدٍ إِلَّا أَنْ يَّسْتَغْنِىَ عَنْهَا

گذشتہ سے پیوستہ

صَاحِبُهَا، وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَن يَقْرُوْهُمْ، فَاِنْ لَمْ يَقْرُوْهُمْ فَلَهُمْ أَنْ يُعَقِّبُوْهُمْ وَزَادَ بَعْضٌ. وَاِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ۔

حضرت مقداد بن معدی کرب کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خبردار! بیشک مجھے قرآن کریم دیا گیا اور اس کے مثل بھی (یعنی حدیث شریف) خبردار! قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا شخص اپنی مسہری پر تکیہ لگا کر کہے گا: صرف قرآن کو تھام لو، اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو حرام پاؤ اسے حرام سمجھو، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم کا حرام فرمایا ہوا ویسا ہی حرام ہے جیسا اللہ تعالیٰ کا حرام فرمایا ہوا، دیکھو! نہ تمہارے لئے پالتو گدھا حلال ہے اور نہ کیلے والا درندہ جانور اور نہ ذمی کافر کی گمشدہ چیز۔ ہاں جب اس چیز کا مالک اس سے لاپرواہ ہوجائے، اور سنو! جو کسی کے پاس مہمان بن کر جائے تو ان پر اس کی مہمانی لازم ہے۔ اگر مہمانداری نہ کریں تو وہ اپنی مہمانی کی مقدار ان سے وصول کرے۔۱۲م

۵۳۔عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

أَيَحْسَبُ أَحَدُكُمْ مُتَّكِئاً عَلٰى أَرِيكَتِهِ بِظَنِّ أَنَّ اللّٰهَ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئاً اِلَّا مَا فِى هٰذَا الْقُرْآنِ، أَلَا اِنِّى وَاللّٰهِ قَدْ أَمَرْتُ وَوَعَظْتُ وَنَهِيْتُ عَنْ

(ماخوذ از: جامع الاحادیث للشیخ امام احمد رضا علیہ الرحمہ)

أشْیاءَ اِنَّھَا کَمَثلِ الْقُرْآنِ أوْاَکْثرَ۔

(فتاوی رضویہ ۹/۱۱۹)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم میں کوئی اپنے تخت پر تکیہ لگائے گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بس یہی چیزیں حرام کی ہیں جو قرآن میں لکھی ہیں، سن لو! خدا کی قسم! میں نے حکم دیئے اور نصیحتیں فرمائیں اور بہت چیزوں سے منع فرمایا کہ وہ قرآن کی حرام فرمائی اشیاء کے برابر بلکہ بیشتر ہیں۔

۵۴۔عن علقمة عن عبدالله رضی الله تعالیٰ عنهما قال:

لعن الله الواشمات الموتشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغيرات خلق الله فبلغ ذلک امرأة من بنی اسد يقال لها ام يوقوب فجاء ت فقالت: انه بلغنی انک لعنت کيت و کيت فقال: ومالی لا ألعن من لعن رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم ومن هو فی کتاب الله فقالت: لقد قرات مابين اللوحين فما وجدت فيه ما تقول، قال: لئن کنت قراتيه لقد وجدتيه، أما قرأت "وَمَا آتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا" قالت: بلی، قال: فانه قد نهی عنه، قالت: فانی اری اهلک يفعلونه، قال: فاذهبی وانظری، فذهبت ونظرت فلم تر من حاجتها شيئا فقال: لو کانت کذلک ما جامعتها۔

(فتاوی رضویہ حصہ اول ۹/۱۲۲)

حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی لعنت بدن گودنیوالیوں اور گدوانے والیوں پر، منہ کے بال نوچنے والیوں اور خوبصورتی کیلئے دانتوں میں کھڑکیاں بنانے والیوں اور اللہ تعالیٰ کی بنائی چیز بگاڑنے والیوں پر۔ یہ سن کر ایک بی بی اسدیہ جن کی کنیت ام یعقوب تھی خدمت مبارک میں حاضر ہوئیں، عرض کی: میں نے سنا ہے آپ نے ایسی ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے، فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی۔ اور جس کا بیان قرآن عظیم میں ہے۔ ان بی بی نے کہا: میں نے قرآن اول سے آخر تک پڑھا اس میں کہیں اس کا ذکر نہ پایا۔ فرمایا: تم نے قرآن پڑھا ہوتا تو یہ آیت ضرور پڑھی ہوتی۔ کیا تم نے نہ پڑھا کہ ''جو رسول تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو''۔ انہوں نے عرض کیا: ہاں، تو آپ نے فرمایا: بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حرکات سے منع فرمایا۔ کہنے لگیں: میں نے تو آپ کی اہلیہ کو بھی اس طرح کرتے دیکھا ہے۔ فرمایا: جاؤ، اور دیکھو۔ وہ گئیں اور دیکھا تو ان کے مطلب کی کوئی چیز نظر نہ آئی۔ آپ نے فرمایا: اگر وہ ایسا کرتیں تو میں کبھی ان کو اپنے پاس نہ رکھتا۔

(۵) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

منکر حدیث دیکھے! کہ اس کا خیال وہی ان بی بی کا خیال اور ہمارا جواب بعینہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب ہے۔ یہ بی بی ام یعقوب اسدیہ ہیں، کبار تابعین وثقات صالحات سے ہونے میں تو کلام نہیں، اور حافظ الشان نے فرمایا: صحابیہ معلوم ہوتی ہیں۔ بہر حال ان کی فضیلت وصلاح قبول حق، پر باعث ہوئی۔ سمجھ لیں اور اس کے بعد خود اس حدیث کو حضرت عبداللہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے روایت کرتیں۔ ابنائے زمانہ سے گزارش کرنی چاہئے۔

ع دلا مردانگی زیں زن بیاموز

ولکن الهدایته لن تنالا. بلا فضل من المولی تعالیٰ

ایک بار عالم قریش سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ معظّمہ میں فرمایا:

مجھ سے جو چاہو پوچھو! میں قرآن سے جواب دوں گا۔ کسی نے سوال کیا احرام میں زنبور کو قتل کرنے کا کیا حکم ہے؟ فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَا آتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَا کُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

اللہ عزوجل نے تو فرمایا: کہ ارشاد رسول پر عمل کرو۔

وحدثنا سفیان بن عیینة عن عبدالملک بن عمیر عن ربعی بن خراش عن حذیفته بن الیمان عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: اقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِی اَبِی بَکْرٍ وَّعُمَرَ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہمیں حدیث پہنچی کہ حضور نے فرمایا: ان دو کی پیروی کرو جو میرے جانشین ہونگے، ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما'' وحدثنا سفیان بن مسعر بن کدام عن قیس بن مسلم عن طارق بن شهاب عن عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه انه امر بقتل المحرم الزنبورُ.

یعنی ہمیں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث پہنچی کہ انہوں نے احرام باندھے ہوئے کو قتل زنبور کا حکم دیا۔ ذکرہ الامام السیوطی فی الاتقان.

حوالہ جات

۵۱. الجامع الترمذی، العلم، ۹۱/۲
☆ السن لابی داؤد، السنته، ۶۳۵/۲
السنن لابن ماجه، المقدمة، ۳/۱
☆ المسند للشافعی، ۱۵۰
المسند لا حمد بن حنبل، ۳۶۷/۲
☆ شرح معانی الآثار للطحاوی، ۲۰۹/۴
المسند للحمیدی، ۵۵۱
☆ التمهید لا بن عبدالبر، ۱۵۱/۱
دلائل النبوة للبیهقی، ۲۴/۱
☆ المستدرک للحاکم، ۱۰۸/۱
الدر المنثور للسیوطی، ۱۷/۲
☆ شرح السنتة للبغوی، ۲۰۱/۱
کنز العمال لعلی المتقی، ۱۷۴/۱،۸۷۹
☆ جامع العلم لا بن عبدالبر، ۱۸۹/۲
المعجم الکبیر للطبرانی، ۲۹۵/۱
۵۲. السنن لابی داؤد، السنته، ۶۳۲/۲
☆ المسند لا حمد بن حنبل، ۱۳۱/۴
التمهید لا بن عبدالبر، ۱۵۰/۱
☆ الحاوی للفتاوی للسیوطی، ۴۷۱/۱
الفقیه و المتفقه للخطیب، ۸۹/۱
☆ الشریعته للآجری، ۵۱/۱
۵۳. السنن لابی دائود، السنة ۴۳۲/۲
۵۴. الجامع الصحیح البخاری، التفسیر، ۷۲۵/
☆ الصحیح المسلم، اللباس، ۲۰۴/۲
الجامع الترمذی، الادب، ۲۰۸/۱
☆ السنن لا بن ماجه، النکاح، ۱۴۴/۱
المسند لا حمد بن حنبل، ۴۳۴/۱
☆ السنن للنسائی، الزینة، ۲۳۸/۲
السنن لابی دائود، الترجل، ۵۷۴/۲

معارف القلوب
گزشتہ سے پیوستہ

اظہار تمنا کے انداز

مقامات اجابت

مصنف: رئیس المتکلمین حضرت علامہ نقی علی خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن
شارح: امام احمد رضا خان محدثِ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان
محشی: مولانا عبدالمصطفیٰ رضا عطاری

قول رضاء: امکنہ اجابت (۱۵۹) وہ چوالیس ہیں۔ تیئیس ذکر فرمودۂ حضرت مصنف قدس سرہ اور اکیس ملحقات فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ

اول ۱: مَطاف۔

قول رضاء: یہ وسط مسجد الحرام شریف میں ایک گول قطعہ ہے، سنگ مرمر سے مفروش، اس کے بیچ میں کعبۂ معظمہ ہے۔ یہاں طواف کرتے ہیں۔ زمانۂ اقدس حضور سید عالم ﷺ میں مسجد اسی قدر تھی۔ افادہ المصنف قدس سرہ فی الجواہر۔

دوم ۲: ملتزم۔

قول رضاء: یہ کعبۂ معظمہ کی دیوار شرقی کے پارۂ جنوبی کا نام ہے۔ جو درمیان درِ کعبہ و سنگ اسود واقع ہے یہاں لپٹ کر دعا کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ لپٹا ہوا کہہ رہا ہے۔ یَا وَاجِدُ یَا مَاجِدُ لا تُزِلْ عَنِّي نِعْمَةً اَنْعَمْتَهَا عَلَيَّ۔ (۱۶۰)

الحمد للہ کہ حضور پُر نور ﷺ کے کرم سے اللہ عزوجل نے اس گدائے بے نوا کو بھی یہ دعا کرامت فرمائی۔ بارہا ملتزم سے لپٹ کر عرض کیا ہے۔ یَا وَاجِدُ یَا مَاجِدُ لَا تُزِلْ عَنِّي نِعْمَةً اَنْعَمْتَهَا عَلَيَّ۔

اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن عَمَّ نَوَالُهُ سے امید قبول ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَجْمَعِيْن

سوم ۳: مستجار کہ، رکن شامی و یمانی کے درمیان محاذیٔ ملتزم واقع ہے۔

قول رضاء: یا برقیاس سابق یوں کہیے کہ کعبۂ معظمہ کی دیوار غربی کے پارۂ جنوبی کا نام ہے۔ جو درمیان درِ مسدود و رکن یمانی واقع ہے۔

چہارم ۴: داخل بیت۔ (۱۶۱) پنجم ۵: زیر میزاب۔ ششم ۶: حطیم۔ ہفتم ۷: حجر اسود، ہشتم ۸: رکن یمانی۔

قول رضاء: خصوصاً جب کہ طواف کرتے وہاں گزر ہو۔ حدیث شریف میں ہے یہاں اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّار کہے۔ (۱۶۲) ہزار فرشتے امین کہیں گے۔ (رواہ ابن ماجہ)

نہم ۹: خلف مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ دہم ۱۰: نزد زمزم۔

یازدہم ۱۱: صفا۔ دوازدہم ۱۲: مروہ۔

سیزدہم ۱۳: مسعیٰ خصوصاً دونوں میل سبز کے درمیان۔

چہاردہم ۱۴: عرفات، خصوصاً نزد موقف نبی ﷺ

پانزدہم ۱۵: مزدلفہ، خصوصاً مشعر الحرام۔

شانزدہم ۱۶: منیٰ

ہفدہم ۱۷، ہژدہم ۱۸، نوزدہم ۱۹: جمراتِ ثلثہ۔

(ماخوذاز: اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِاٰدَابِ الدُّعَاءِ مع شرح ذَيْلُ الْمُدَّعَا لِاَحْسَنِ الْوِعَاءِ)

بستم ۲۰: نظر گاہِ کعبہ جہاں کہیں ہو اور ان اماکن سے بعض میں اجابت، بعض کے نزدیک، بعض اوقات سے خاص ہے۔

قول رضاء: اشار اليه الفاضل علی القاری فی شرح اللباب وبسطه الطحطاوی فی حاشیتی الدرر و مراقی الفلاح۔

قلت...... وان قیل باالتعمیم فالفضل عمیم

بست ویکم ۲۱: مسجد نبی ﷺ۔

بست ودوئم ۲۲: مکان استجابت دعا، جہاں ایک مرتبہ دعا قبول ہو، وہاں پھر دعا کرے۔

قَالَ تَعَالیٰ: هُنَالِکَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّه۔ (۱۶۳)

قول رضاء: خواہ اپنی کسی دعا کا قبول دیکھے، خواہ دوسرے مسلمان بھائی کی۔ جس طرح سیدنا زکریا علی نبینا الکریم وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر فضل اعظم ربِ اکرم اور بے فصل کے میوے انہیں ملنا دیکھ کر وہیں اپنے لئے فرزند عطا ہونے کی دعا کی۔ جس کی طرف مصنف علام قدس سرہ نے اس آیۂ کریمہ کی تلاوت سے اشارہ فرمایا (۱۶۴)

بست وسوم ۲۳: اولیاء علماء کی مجالس، نفعنا اللہ تعالیٰ ببرکاتھم اجمعین (۱۶۵)

قول رضاء: رب عزوجل صحیح حدیث قدسی میں فرماتا ہے۔ هــــم القوم لا یشقیٰ بهم جلیسهم

''یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں رہتا۔''

اب فقیر اپنی زیادات کو گنائے۔

بست و چہارم ۲۴: مواجہ شریفہ حضرت سید الشافعین ﷺ

امام ابن الجزری فرماتے ہیں۔ ''دعا یہاں قبول نہ ہوگی تو کہاں ہوگی۔'' (امام احمد رضا فرماتے ہیں)

آیۂ کریمہ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُ وْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوْا اللّٰهَ تَوَّاباً رَّحِيمًا (۱۶۶) اس پر دلیل کافی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ ہر طرح معاف کرسکتا ہے، مگر ارشاد ہوتا ہے کہ ''اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں، تیرے حضور حاضر ہوں اور اللہ سے معافی مانگیں اور رسول ان کی بخشش چاہے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں'' یہ تو وہ نکتہ الٰہیہ ہے جسے گم کر کے وہابیہ چاہ ضلال میں پڑے۔ والعیاذ باللہ رب العلمین۔

بست وپنجم ۲۵: منبر اطہر کے پاس

بست وششم ۲۶: مسجد اقدس کے ستونوں کے نزدیک۔

بست وہفتم ۲۷: مسجد قبا شریف میں۔

حوالہ جات

(۱۵۹) امکنہ، مکان کی جمع ہے اور مراد یہاں مقامات قبولیت ہیں۔

(۱۶۰) اے ہر شئی کو اپنی قدرت سے موجود کرنے والے! اے بزرگی والے! مجھ سے اپنی نعمت کو دور نہ فرمانا، جو تو نے مجھے عطا فرمائی۔

(۱۶۱) بیت اللہ شریف۔

(۱۶۲) اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے دنیا و آخرت میں معافی اور ہر برائی سے عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔

(۱۶۳) یہاں پکارا زکریا نے اپنے رب کو (یعنی دعا مانگی) سورۃ ال عمران، آیت ۳۸، ترجمہ (کنز الایمان)۔

(۱۶۴) حضرت زکریا علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ جب اللہ عزوجل کی ایک نیک بندی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عبادت گاہ باعث برکت اور قبولیت دعا کا مقام بن سکتی ہے تو جس جگہ اللہ عزوجل کے نیک بندے یعنی اولیائے کرام خود جسم اطہر کے ساتھ تشریف فرما ہوں یعنی مزارات شریفہ میں، تو اس مقام کو بھی باعث برکت سمجھتے ہوئے وہاں حاضر ہو کر اپنے رب عزوجل کے حضور ان اولیاء کرام کے توسل سے دعا کرنا جائز بلکہ قبولیت سے قریب تر ہے۔

(۱۶۵) اللہ تعالیٰ ہمیں تمام اولیاء وعلماء کی برکتوں سے نفع پہنچائے۔

(۱۶۶) سورۃ النساء، آیت ۶۴۔

اُسوۂ حسنہ کے چراغ

مرتب: علامہ سید آل حسنین میاں قادری برکاتی *

﴿۱۵۹﴾ بخاری شریف میں حضرت خباب ابن ارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ایک دفعہ خانہ کعبہ کے سائے میں چادر مبارک کا تکیہ لگائے تشریف فرما تھے۔ ہم نے حضور سے اپنی مصیبتوں کی شکایت کی اور عرض کیا کہ حضور ہمارے لئے دعا کیوں نہیں فرما دیتے۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ زمین میں داب دیے جاتے تھے، آرے سے چیر کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے۔ لوہے کی کنگھیوں سے ان کے سر کا گوشت نوچ لیا جاتا تھا مگر انھیں کوئی مصیبت دین سے نہیں روک سکتی تھی۔ قسم ہے رب کی یہ دین پورا ہو کر رہے گا۔ دنیا میں امن وامان کا دور دورہ ہوگا کہ صنعاء سے حضر موت تک لوگ بے دھڑک جائیں گے مگر تم جلدی کرتے ہو۔

﴿۱۶۰﴾ مسیحیوں کے مشہور امریکی سہ ماہی رسالے مسلم ورلڈ میں ایک فاضل نے اپریل ۱۹۵۰ء میں لکھا ہے کہ اسم محمد اور اس کے متقاربات یعنی احمد و محمود و حامد وغیرہ سے زیادہ کوئی مردانہ نام دنیا میں چلا ہوا نہیں ہے۔

﴿۱۶۱﴾ معجزہ شق القمر رسول خدا ﷺ کے مشہور و معروف معجزات میں سے ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا قیام مکہ میں تھا اور ھجرت کو ابھی پانچ سال کا زمانہ باقی تھا کہ ایک مرتبہ غالباً بتقریب حج منیٰ میں اجتماع تھا تو مشرکین مکہ نے آپ سے معجزہ کی فرمائش کی آپ نے باذن الٰہی چاند کی طرف انگلی سے اشارہ کیا اور وہ لوگوں کو دو ٹکڑوں میں پھٹا ہوا نظر آیا۔ احادیث میں یہ خبر ایک نہیں دس صحابہ سے روایت ہوئی ہے جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت انس بن مالک وغیرھم شامل ہیں اور سب سے بڑھ کر قرآن مجید کی سورہ قمر اس معجزہ کی شاہد ہے۔

﴿۱۶۲﴾ خیبر کے دن حضور اقدس ﷺ کو سلام بن مشکم کی بیوی زینب بنت حارث یہودیہ نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر دیا تھا۔

﴿۱۶۳﴾ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر حضور ﷺ پر مختلف اشیاء اعلیٰ اور ادنیٰ پیش کی جاتیں تو حضور ﷺ اوسط کو پسند فرماتے۔

﴿۱۶۴﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سوار کسی درخت کے سائے میں دم لیتا ہے اور پھر آگے روانہ ہو جاتا ہے۔

﴿۱۶۵﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ آئینہ دیکھتے تو فرماتے خدا کا ہزار ہزار شکر ہے۔ جس نے میری صورت اور سیرت دونوں اچھی بنائی ہیں۔

﴿۱۶۶﴾ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے والد امام حسین رضی اللہ عنہ کے واسطے سے اپنے دادا مولا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے پروردگار کے حضور ایک نور (روح) تھا۔ (جاری ہے)

*(سجادہ نشین: آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ، مارہرہ مطہرہ، انڈیا)

مولانا احمد رضا خان کی نعت گوئی کا سب سے اہم محرک

ڈاکٹر تنظیم الفردوس *

نعت گوئی کا فن دینی علوم کی بصیرت، شریعت و طریقت سے آگہی اور عشق کی رمزیات کے عرفان کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ عشق رسول کی منزلوں میں یہ ایسا پل صراط ہے جس پر سے توازن قائم رکھتے ہوئے گزر جانا نصیب کی بات ہوتی ہے۔ اس خیال پر دو رائیں نہیں ہوسکتیں کہ اصناف شعر میں نعت گوئی سے زیادہ مقدس، نازک اور دشوار گزار کوئی دوسری صنف نہیں۔ شدت احساس کو عشق رسول سے ہم آمیز کئے بغیر نعت گوئی کا صحیح شعور پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔ جذبوں کو الفاظ عطا کرنا اور لفظوں کی تہذیب و ترتیب ایک دشوار ہنر ہے اور ہنر کی یہ منزل طویل علمی سفر طے کئے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ مفہوم و معانی کا قرب فکر و خیال کی بے شمار گھاٹیاں طے کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ نعت کا بنیادی ڈھانچہ آگہی اور باخبری پر قائم ہوتا ہے۔ اور باخبری حصول علم کے بغیر ممکن نہیں اور علم جد و جہد کے بغیر نہیں حاصل ہوتا اور اگر کوئی شخصیت جد و جہد کے سمندر میں ڈوب کر حصول علم سے بہرہ مند ہو کر اور باخبری سے سرفراز ہو کر نعت گوئی کے میدان کا رخ کرے تو اس کے ٹھوکر کھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اردو نعت گوئی کی تاریخ میں امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت ایک ایسی ہی شخصیت ہے۔ مولانا احمد رضا خان کی تاریخ حیات کے مطالعے سے ان کی علمی گہرائی و گیرائی، دینی و مذہبی ظرف، فکری و ذہنی صلاحیت، فقیہانہ بصیرت اور مجتہدانہ کاوشوں کے بہت سے گوشوں پر روشنی پڑتی ہے۔ علم ایک سمندر ہے اور احمد رضا خان کی شخصیت ایک ایسا کوزہ، جس میں کتنے ہی سمندر سمائے ہوئے ہیں۔ آپ کی ذات بابرکات کے جائزے سے ہم اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہا جاسکتا کہ ان کی نعتیں جذبے کو لفظوں کا پیراہن بھی عطا کرتی ہیں اور محبت رسول ﷺ کے اظہار اور حدود شریعت کو بھی قائم رکھتی ہیں۔ اور اس لحاظ سے آپ کا کلام اردو ادب میں ایک مستقل سرمائے کی حیثیت رکھتا ہے۔ نعت گوئی میں مولانا احمد رضا خان کا اصولی نظریہ یہ ہے:

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بے جا سے المنتہ للّٰہ محفوظ
قرآں سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ
توشے میں غم و اشک کا ساماں بس ہے
فغاں و دل زار حدی خواں بس ہے
رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو
نقش قدم حضرت حساں بس ہے

مولانا احمد رضا خاں کو بے شک اردو ادب میں ایک مستقل نعت گو شاعر کی حیثیت حاصل ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں:

''نعت کے باب میں اگر مولانا احمد رضا خان کی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اردو نعت کی ترویج و اشاعت میں ان کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ کسی ایک شاعر نے اردو نعت پر وہ اثرات نہیں ڈالے جو مولانا احمد رضا خان کی نعت گوئی نے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ اعلیٰ اور معیاری نعتیں تخلیق کیں، بلکہ ان کے زیر اثر نعت کے ایک منفرد دبستان کی تشکیل ہوئی۔ ان کی نعت گوئی کی مقبولیت اور شہرت نے دوسرے شاعروں کو نعت گوئی کی ترغیب دی۔ عاشقان رسول ﷺ کے لئے آج بھی ان کا کلام ایک موثر تحریک نعت کا درجہ رکھتا ہے۔''(۱)

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، جامعہ کراچی

نعت کا فن درحقیقت بڑا ہی مشکل فن ہے کیونکہ اول تو مضامین نعت قرآن سے ماخوذ ہوتے ہیں، اور انہیں پیش کرنے کے لئے جدت اسلوب لازم ہے لیکن ادب کا دامن چھوڑے بغیر۔ حالانکہ جب تک شاعر پوری طرح آزادانہ ہو جدت اسلوب کا مظاہرہ ممکن نہیں ہوتا اور سرزمین نعت کے قدم قدم پر عالم یہ ہوتا ہے کہ:

''نفس گم کردہ می آید، جنید وبایزید ایں جا''

دوسرے یہ کہ محض اوصاف کا بیان ہی شاعری نہیں کوئی بھی صنف شعر بغیر داخلیت محض تک بندی قرار دی جائے گی۔ شاعر کا داخلی تاثر، صداقت کے ساتھ شاعری کا حسن بھی ہوتا ہے اور شعر کی تاثیر بھی۔ بے شک نبی اکرم ﷺ کے ساتھ عشق ومحبت کا جذبہ مومن کے لئے سرمایۂ حیات ہے لیکن یہی جذبہ ایک نعت گوشاعر کے لئے قدم قدم پر قدغنیں بھی عائد کرتا ہے۔ آزادی وہوشیاری کے وہ امتزاج جو اس بیان سے ظاہر ہے:

''باخدا دیوانہ باش و بامحمد ہوشیار''

نعت گوشاعر کے مزاج کا حصہ ہونا چاہئے۔ عشق ومحبت کی تاثیر کا اظہار نعتیہ شاعری میں ایک مشکل مسئلہ بن جاتا ہے۔ حسن تاثر اور عشق کی تاثیر اردو شاعری میں بہت کم شعراء کو حاصل ہوسکی جن میں ایک نام اقبال کا بھی ہے جنہوں نے اپنی شاعری میں اسلامی فلسفۂ حیات کو بیان کیا ہے جس کی بنیاد بے شک عشق ہے لیکن یہ بھی جمال محمدی ﷺ کا مرہون منت ہے۔ ان کے اشعار سے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ان کے والہانہ عشق کا اندازہ ہوتا ہے۔ لیکن ایسے سراپا عشق شاعر کا انداز مستثنیات میں ہے۔

کچھ ناقدین نعت گوئی کے سلسلے میں صرف اخلاق حسنہ کے بیان کو معیار بناتے ہیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اخلاق کے برتر نمونے کو ہم دیگر اقوام کے سامنے پیش کرسکتے ہیں۔ اور ان اوصاف مبارکہ کو سچائی اور شاعرانہ حسن کے ساتھ بیان کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ بھی ایک ناقابل تردید سچائی ہے کہ حسن صوری ومعنوی کے اعتبار سے یہ شاعری اس شاعری کے ہمسری نہیں کرسکتی جو ایک ایسے شاعر کے احساسات کا نتیجہ ہو جس کا دل کیفیات عشق سے آشنا ہو چکا ہو۔

اردو کے باقاعدہ نعت گوشاعروں میں حالی کا نام بہت نمایاں ہے۔ مسدس کے حوالے سے اگر ہم بات کرتے ہیں تو نظر آتا ہے کہ یہ مسلم قوم کے زوال کا مرثیہ ہے اور کہیں کہیں موضوع کے تسلسل میں نعتیہ اشعار بھی شامل کئے گئے ہیں۔ مسدس موضوعاتی اعتبار سے خارجی شاعری ہے لیکن جذبہ کے خلوص اور صداقت کی مہک نے اسے لازوال تاثر عطا کیا۔ نعتیہ اشعار کو جذب وتاثر کی گہرائیوں کے ساتھ بیان کرنے کا موقع حالی کو مسدس کے بجائے اس مناجات میں ملا جس کا عنوان ہے، عرض حال اور جس کا مطلع ہے:

اے خاصۂ رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

بہرحال اردو شاعری میں نعت گوئی کی تاریخ کو پیش نظر رکھا جائے تو سراپا عشق ونیاز شخصیات میں مولانا احمد رضا خان پیش پیش رہتے ہیں۔ لیکن یہ عشق انہیں ہوشیار بھی بناتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس کے آداب، تمام تر آداب قرآن سے سیکھے ہیں۔ مگر وہ کہیں بھی ادب کے راستے سے یکسر انحراف نہیں کرتے اور نعت میں تاثیر کے لئے ضروری ہے کہ شاعر کا دل عشق رسول ﷺ میں ڈوبا ہوا ہو۔

اور عاشق کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ مقام عبدیت ملحوظ رہے۔ رسول کریم ﷺ کی عظمت وبزرگی اسی میں مضمر ہے کہ وہ عبدیت کے بلند ترین مقام پر فائز ہیں۔ آپ ﷺ کی شان کتنی ہی کیوں نہ بڑھائی جائے لیکن آپ ﷺ کو مخلوقات عالم میں افضل وبے مثال ثابت کرتا ہے۔ لیکن اظہار عشق کی ذمہ داری یہ ہے کہ مقام ومرتبہ کے بیان کے ساتھ ساتھ محبوب کی محبوبیت میں فرق نہ آنے پائے، نہ ہی دامن ادب ہاتھ سے چھوٹے۔

مولانا احمد رضا خان اپنے عشق کی سرشاری میں حد درجہ نازک مقامات سے گزرتے ہیں لیکن ادب کے اصول سے انحراف نہیں کرتے۔

پیش نظر وہ نو بہار، سجدے کو دل ہے بے قرار
روکئے سر کو روکئے، ہاں یہی امتحان ہے

اے شوق دل یہ سجدہ گر ان کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو
وہی لا مکاں کے مکیں ہوئے، سر عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکاں، وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں
بخدا خدا کا یہ ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو، یہیں آ کے ہو، جو وہاں نہیں وہ یہاں نہیں
لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کردیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

عشق ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جسے الفاظ کا جامہ پہنانا، وہ بھی ایسے کہ قاری یا سامع اسے بھر پور طریقے سے محسوس کر سکے، نہایت مشکل کام ہے۔ اس مشکل سے وہی نکل سکتا ہے جو فن پر بھی مہارت رکھتا ہو اور جو ایک سچے عاشق کا دل بھی رکھتا ہو۔ یہی ایک مرد مومن کی پہچان و شان بھی ہوتی ہے کہ رسول کریم ﷺ کی محبت میں دل گداز ہو جائیں۔ عشق کی اس عظیم کیفیت کے ساتھ مرد مومن کی اس شان کو اردو شاعری میں مولانا احمد رضا خان نے بھر پور طریقے سے آشکار کیا۔ ان کا یہ کمال اردو نعتیہ شاعری کے لئے سرمایۂ افتخار ہے، عشق و محبت رسول سے آشنا ہر دل اور ذوق ادب رکھنے والا ہر شخص مولانا کے ان اشعار پر ضرور سر دھنے گا۔

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کر چلے
اندھیری رات سنی تھی، چراغ لے کے چلے
ذرے جھڑ کر تیری پیزاروں کے
تاج سر بنتے ہیں سیاروں کے
حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو
شمع طیبہ سے میں پروانہ رہوں کب تک دور
ہاں جلا دے شرر آتش پنہاں ہم کو
سرور کہوں کہ مالک و مولا کہوں تجھے
باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے

یہ اشعار جستہ جستہ کلام رضا سے پیش کردیئے گئے ہیں اور ہم سب ہی خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ عشق رسول اتباع کے بغیر انسان کو درجۂ کمال پر نہیں پہنچا سکتا۔ اتباع و پیروی نسبت کے بغیر ممکن نہیں۔ مولانا کا دل ایسے ہی جذبۂ عشق سے معمور تھا، جس کا ثبوت ان کی شاعری میں جا بجا ملتا ہے۔

اردو شاعری کا وہ دور جس میں مولانا احمد رضا خان اپنے کمالات عشق سے سرزمین نعت کی آبیاری کررہے تھے، قدیم و جدید کا سنگم کہا جا سکتا ہے۔ اس دور میں ایک طرف امیر مینائی اور محسن کاکوروی کا سلسلہ نعت بھی جاری ہے، دوسری جانب گوناگوں تہذیبی، سیاسی اور سماجی تبدیلیاں ادب کے نت نئے معیارات کو ہوا دے رہی تھیں۔ حالی نے مقدمہ لکھ کر اردو شاعری کے پرانے اسلوب کی تبدیلی کا اعلان جاری کردیا۔ تمام مراکز اردو کی فکری و فنی اقدار، معیار اور موضوعات یکسر تبدیل ہو گئے۔

اسی دوران ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی ایک نیا انقلاب لے کر سامنے آئی جس نے نئے احساس کی صورت میں ادب اور زندگی دونوں ہی کو گھیر لیا۔ یہ دور ادبی حوالے سے سادگی و حقیقت پسندی کا دور کہلاتا ہے۔ نظموں غزلوں کے معیارات کے ساتھ مضامین میں تبدیلی رونما ہوئی۔ یہی وہ دور ہے کہ جس میں نت نئے مذہبی اور اصلاحی رویوں اور تحریکوں نے بھی اردو زبان و ادب کو سخت متاثر کیا۔ ان میں سب کچھ تحریکیں اور ان پر شدید ردعمل کا اظہار اردو کے نعت گو شعراء کے یہاں بھی ملتا ہے۔ گویا نعت کے موضوعات میں عصری اور مذہبی مسائل بھی شامل ہوتے گئے۔

اسی طرح اس دور کی نعت گوئی میں اس زمانے کے ادبی رجحانات کی جھلک بھی واضح دکھائی دیتی ہے۔ دبستان لکھنؤ کے اثرات کے تحت نعتوں میں حضور اقدس ﷺ کے ظاہری جمال اور اعضائے مبارکہ اور حسن صوری کے تذکرے خصوصیت سے پیش کئے جانے لگے۔

ان عوامل کے زیر اثر جب مولانا احمد رضا خان کی شاعری کا جائزہ لیا جاتا ہے تو تمام ہی موضوعات کا اظہار آپ کے یہاں بڑے قرینے سے دکھائی دیتا ہے۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اس ضمن میں ڈاکٹر ریاض مجید رقم طراز ہیں:

''مولانا احمد رضا خان کی خصوصیات نعت اور فنی محاسن میں جو جوہر روح کی طرح جاری و ساری ہے، وہ ان کا جذبۂ عشق رسول ہے۔ ان کے مسلک سے اختلاف رکھنے والے بھی حضور اکرم ﷺ سے ان کی محبت و شفتگی کے معترف ہیں۔ ان کے نعتیہ کلام کی جان اور اثر ان کا یہی سرمایۂ عشق رسول ہے۔ ان کے لئے نعت گوئی شوق قافیہ پیمائی نہیں، بلکہ روحانی واردات ہے۔ ان کی نعتوں میں ان کا دل دھڑکتا محسوس ہوتا ہے۔'' (۲)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ناکامی ہندوستان بھر کے لئے عموماً اور ہندی مسلمانوں کے لئے خصوصاً ایک ہمہ گیر انقلاب کا آغاز ثابت ہوئی۔ یہ انقلاب محض سیاسی، معاشی اور معاشرتی سطح پر ہی نمودار نہیں ہوا بلکہ ادب کی دنیا بھی اس سے متاثر ہوئی۔ یہ دور محسن کاکوروی اور امیر مینائی کے کمالات شعری کا عہد زریں ہے۔ مقدمہ شعر و شاعری کے انقلاب آفریں خیالات نے ادب و شعر کے مروجہ پیمانوں کو ہر سطح پر تبدیل کیا۔ حالی نے جس سادگی، اصلیت اور جوش کی ضرورت و اہمیت پر زور دیا تھا اس کو اپناتے ہوئے ادباء و شعراء نے پچھلے تمام معیارات، موضوعات اور فکری و فنی اقدار کو یکسر تبدیل کر دیا۔ اظہار خیال کے لئے آسان راستے اور زندگی سے تعلق رکھنے والے موضوعات تلاش کئے جانے لگے۔ جدید انداز کی نظموں سے اردو شاعری کا دامن مالا مال ہوا اور غزل کے موضوعات کے ساتھ اس کا رنگ بھی بدلا۔ اسی کے ساتھ نئی پیدا ہونے والی مذہبی اور اصلاحی تحریکیں بھی ادب کو متاثر کرنے لگیں۔ جن میں سے کچھ تحریکوں کے ردعمل نے اردو نعت گوئی کو بھی حد درجہ متاثر کیا اور نعت نبوی ﷺ میں عشق و محبت، فضیلت رسالت اور [illegible] ﷺ کے ساتھ ساتھ یہ عصری مسائل بھی شامل ہوتے گئے۔ [illegible]

ادبی رویوں کی جھلک بھی اس دور کی نعت کا نمایاں وصف ہے۔ انہی رویوں میں سراپا نگاری کا اثر بھی نعت گوئی پر پڑا اور نعتوں میں نبی کریم ﷺ کے اعضائے مبارک کے بیان حسن پر خصوصی توجہ دی جا رہی تھی۔

مولانا احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری پر ہمیں اس ماحول کے تحت تمام ادبی رجحانات اور موضوعات کا بھرپور عکس ملتا ہے۔ سراپا نگاری کے بیان میں خصوصیت سے مولانا احمد رضا خان کے یہاں حسن بیان کے ساتھ عالمانہ وقار اور عشق و محبت کی کیفیت کا بھرپور رنگ دکھائی دیتا ہے۔ دامان احتیاط کسی مقام پر بھی ہاتھ سے نہیں چھوٹتا، اس کے باوجود تغزل کی رنگینیاں، دلکش تشبیہات و استعارات اور کہیں محاکات کی صورت میں کلام کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔

دو قمر، دو پنجہ ٔ خور، دو ستارے، دس ہلال
ان کے تلوے، پنجے، ناخن، پائے اطہر، ایڑیاں
تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھر تھرا کر گر گیا
جب کہ پیدا شہہ انس وجاں ہوگیا
دور کعبہ سے لوث بتاں ہوگیا
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا
واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے
یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا
خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد
پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا؟ کہ یوں
منکر ہے وہ جو ان کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے
تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مری چشم عالم سے چھپ جانے والے

حدائق بخشش کے مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ درحقیقت مسلمان وہی ہے جس کا دل رسول خدا سے معمور ہو اور اس کا قلب صرف اور صرف سیرت پاک کے اقوال زریں کی ردھم پر دھڑکتا ہو۔ اس مرحلے تک پہنچنے کے بعد انسان کی زندگی کا ہر لمحہ یاد رسول ﷺ کے لئے وقف ہوتا ہے اور شدت جذبات میں اس کی زبان سے سوائے نعت محبوب ﷺ کے کچھ ادا نہیں ہوتا۔

آپ کی نعت گوئی کے حوالے سے ڈاکٹر امانت رقم طراز ہیں:

''آپ کا شمار ان بزرگ ہستیوں میں ہوتا ہے جن کے قلوب عشق الٰہی و محبت رسول ﷺ سے لبریز و سرشار ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ بحمد اللہ! اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر ''لا الٰہ الا اللہ'' اور دوسرے پر ''محمد الرسول اللہ'' ہوگا۔

آپ کی حیات مقدسہ کا ایک ایک لمحہ سرکار دو عالم ﷺ کے عشق و محبت میں بسر ہوتا رہا۔ آپ شریعت کے امام و مجدد ہونے کے ساتھ ساتھ طریقت و معرفت کے بادشاہ بھی تھے۔ محبوب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تین طریقوں پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے:

۱۔ براہ راست محبوب کی مدح سرائی کرنا

۲۔ محبوب کی تعریف و توصیف، اور

۳۔ محبوب کے بدخواہوں اور دشمنوں کی مذمت

آپ نے اپنے عشق و محبت اور احترام و رضائے محبوب کی خاطر تینوں طریقے اختیار کئے۔''(۳)

ڈاکٹر حامد علی خان لکھتے ہیں:

''آپ اردو زبان کے طبقہ اول کے شعراء میں تھے۔ کیونکہ نعت گوئی کے لئے عشق و محبت شرط اول ہے اور آپ کے نعتیہ کلام کا مطالعہ کرنے سے یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ آپ کی نعت گوئی آداب عشق و محبت کی آئینہ دار ہے۔ حضور انور نبی ہاشمی ﷺ سے آپ کی محبت نہ صرف ہر چیز سے بلند و برتر تھی، بلکہ والہانہ عقیدت اور حقیقی جاں نثاری تھی۔ آپ نے جذبہ حب رسول ﷺ وراثت میں پایا تھا۔ پھر اپنے دل میں محبت و عقیدت کی باضابطہ پرورش کی تھی اور قلب و روح کو احترام و عقیدت کا خوگر بنالیا تھا''(۴)

ڈاکٹر محمد مسعود احمد رقم طراز ہیں:

''مولانا احمد رضا خان کا زمانہ غزلیہ شاعری کا زمانہ تھا جس نے مسلمانوں کے انحطاط میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ یوں کہئے کہ یہ ہمارے دور انحطاط کی عزیز یادگار ہے۔ مولانا احمد رضا خان نے ایک طرف فضائے شعر کے اس تکدر کو دور کیا اور دوسری طرف مسلمانوں کے دل کو محبوبان مجازی سے ہٹا کر محبوب حقیقی کے دامن سے وابستہ کر دیا۔ مولانا محمد علی جوہر نے علامہ اقبال کے لئے کہا تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کے دل قرآن کی طرف پھیر دیئے۔ لیکن مولانا احمد رضا خان کا اعجاز شاعری یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے دل صاحب قرآن کی طرف پھیر دیئے۔''(۵)

نعتیہ شاعری اس وقت تک کامیابی کے درجے کو پہنچ ہی نہیں سکتی جب تک کہ شاعر اپنے کمال فن کے ذریعے دلوں پر کمال عشق محمد کا سکہ بٹھانے میں کامیاب نہ ہو جائے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ بہت کم شعراء ہی اس معیار پر پورے اترتے ہیں۔ کمال عشق کا یہ معیار تعمیر سیرت کا سب سے بڑا ہتھیار ہے اور اسلام کے نزدیک سب سے بڑا فن اور ہنر تعمیر سیرت ہی ہے۔ مولانا احمد رضا خان اس معیار سے واقف ہی نہیں بلکہ وہ اس معیار پر مکمل طور سے پورے بھی اترتے ہیں۔ انہوں نے دنیاوی مدحوں کے لئے اپنی زبان کو کبھی آلودہ نہ کیا اور اگر ان سے کہا بھی گیا تو بقول ڈاکٹر مسعود احمد ایسا جواب دیا جو تاریخ عزیمت میں یادگار رہے گا:

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

حوالہ جات

۱۔ اردو کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر ریاض مجید، مطبوعہ اقبال اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۴۲۰۔

۲۔ ایضاً ص ۴۱۷۔

۳۔ ڈاکٹر امانت، امام احمد رضا کی مذہبی شاعری، مشمولہ انوار رضا، مطبوعہ لاہور، ص ۵۶۸۔

۴۔ ڈاکٹر حامد علی خان، امام احمد رضا کی عربی شاعری، مشمولہ انوار رضا، مطبوعہ لاہور، ۵۳۷۔

۵۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد، تقدیم مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری از شیر محمد خان اعوان، مطبوعہ لاہور، ص ۵، ۶۔

معارف اسلاف

﴿سلسلہ وار﴾

ابراھیم دھان مکی کا خاندان اور فاضل بریلوی

محمد بہاءالدین شاہ*

شیخ نبہانی نے فلکیات پر متعدد کتب تصنیف کیں جو مدرسہ صولتیہ کے علاوہ دارالعلوم دینیہ کے نصاب میں شامل کی گئیں۔ شیخ خلیفہ نبہانی سے جن علماء نے یہ فن سیکھا ان میں علامہ سید احمد بن عبداللہ دحلان مکی شافعی (۱۲۵) اور شیخ محمد یاسین فادانی انڈونیشی مکی شافعی اہم ہیں۔ علامہ سید احمد بن عبداللہ دحلان مدرسہ صولتیہ میں اور شیخ محمد یاسین فادانی دارالعلوم دینیہ میں فلکیات کے استاد تعینات رہے (۱۲۶)۔

ادھر ہندوستان میں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فلکی علوم جفر نجوم توقیت وغیرہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ فاضل بریلوی نے خود فرمایا کہ علم جفر میں نے کسی سے نہ سیکھا بلکہ جداول کثیر اس فن کی تکمیل جلیل کے لئے اپنی طبع زاد ایجاد کیں (۱۲۷)۔

مکہ مکرمہ قیام کے دوران فاضل بریلوی کو خیال آیا کہ یہ شہر کریم تمام جہاں کا ملجا و ماوی ہے۔ اہل مغرب بھی یہاں آتے ہیں ممکن ہے کہ کوئی صاحب جفر داں مل جائیں کہ ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے (۱۲۸)۔ فاضل بریلوی فرماتے ہیں کہ ایک صاحب معلوم ہوئے کہ جفر میں مشہور ہیں، نام پوچھا، معلوم ہوا، مولانا عبدالرحمٰن دھان، حضرت مولانا احمد دھان کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ میں نام سن کر اس لئے خوش ہوا کہ یہ اور ان کے بڑے بھائی صاحب مولانا اسعد دھان کہ اب قاضی مکہ معظمہ ہیں مجھ سے سند حدیث لے چکے ہیں۔ میں نے مولانا عبدالرحمٰن کو بلایا، وہ تشریف لائے، کئی گھنٹے خلوت رہی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قاعدہ جوان کے پاس ناقص تھا قدرے اس کی تکمیل ہوگئی (۱۲۹)۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن دھان رحمۃ اللہ علیہ مرض فالج کا شکار ہوئے جس میں چار سال مبتلا رہ کر آپ نے شفا پائی۔ کچھ ہی عرصہ بعد اس مرض نے آپ پر دوبارہ حملہ کیا جس کے دو روز بعد ہفتہ کی رات ۱۲/ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ/ اگست ۱۹۱۹ء کو آپ نے وفات پائی۔ باب کعبہ کے سایہ میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور قبرستان المعلیٰ میں دھان خاندان کے مخصوص احاطہ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ آپ کے تین فرزندان تھے جو علم سے وابستہ رہے (۱۳۰)۔

دھان خاندان میں مزید علماء کرام بھی ہوگزرے لیکن ان کے سوانح حیات ابھی تک شائع نہیں ہوئے، جیسا کہ مدرسہ صولتیہ کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد سلیم کیرانوی اور دارالعلوم دینیہ کے بانی علامہ سید محسن بن علی مساوی فلمبانی مکی کے استاد مدرس مدرسہ صولتیہ شیخ داؤد عبداللہ دھان رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۱) اور علامہ فقیہہ معمر ابوالحسن نور الدین علی سلاوی مراکشی مالکی (م ۱۳۵۴ھ) کے استاد شیخ یوسف دھان حنفی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۲) نیز مدرسہ صولتیہ میں شیخ محمود قاری (م ۱۳۹۷ھ) کے ہم سبق شیخ عیسیٰ دھان اور شیخ محمد دھان ثانی رحمہم اللہ تعالیٰ (۱۳۳)۔

حوالہ جات وحواشی

(۱۲۵) علامہ سید احمد بن عبداللہ بن صادق بن زینی دحلان مکی شافعی کے والد امام مسجد حرام صاحب تصانیف ماہر فلکیات سیاح علامہ سید عبداللہ بن صادق دحلان مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۰ھ انڈونیشیا) نے فاضل بریلوی سے خلافت پائی۔ (سیر وتراجم ص ۲۰۸، الاجازات المتینۃ ص ۳۳، ۵۰)

(۱۲۶) سیر وتراجم ص ۱۰۳

(۱۲۷) الملفوظ ج ۲ ص ۱۴۸۔۱۴۹

(۱۲۸) الملفوظ ج ۲ ص ۱۴۷

(۱۲۹) الملفوظ ج ۲ ص ۱۴۷

(۱۳۰) تشنیف الاسماع ص ۲۴۹، سیر وتراجم ص ۱۶۰، مختصر نشر النور ص ۲۴۲، نظم الدرر ص ۱۸۵

(۱۳۱) تشنیف الاسماع ص ۲۳۱، سیر وتراجم ص ۲۹۳، نثر الدرر ص ۷۵

(۱۳۲) تشنیف الاسماع ص ۴۱۷

(۱۳۳) مجلۃ الاحکام الشرعیۃ ص ۴۷

*(ناظم: بہاءالدین ذکریالائبریری، چکوال)

طلبہ کا معارف

ایمان کا قیدی، جہاد کا بطل جلیل

(قسط اول)

تحریر: شیخ سید محمد صالح فرفور*
ترجمہ: علامہ محمد الحکیم شرف قادری *

ابو محجن ثقفی (۱) میدان جنگ کے مایہ ناز شہسوار تھے...... لیکن شراب ان کی کمزوری تھی...... وہ شراب کے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے...... حضرت عمر فاروق رضی الله تعالیٰ عنہ نے کئی دفعہ ان پر شراب کی حد جاری کی، لیکن وہ اس سے قطع تعلق نہ کر سکے...... حضرت فاروق اعظم نے فیصلہ کیا کہ انہیں جلا وطن کر کے ایک سمندری جزیرے میں بھیج دیا جائے۔

ابو محجن بڑی عظمت ورفعت کے مالک تھے...... وہ ان لوگوں میں سے نہ تھے جنہیں قید یا جلا وطن کیا جائے...... انہیں یہ فیصلہ بہت گراں گزرا، انہوں نے راہ فرار اختیار کی...... اور حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس (قادسیہ) پہنچ کر طے کیا کہ جام شہادت نوش کرنے تک الله تعالیٰ کے راستے میں جہاد کروں گا...... انہیں یہ صورت، جلا وطنی کی ذلت سے بہتر دکھائی دی...... کسی شاعر (۲) نے کیا خوب کہا ہے:

مَهْلًا اُخَيَّ فَمَا بِالْمَوْتِ مِنْ حَرَجٍ
اَنْ كَانَ يَعْرُوْ حَيَاةَ الْمَرْءِ اِذْلَالٌ

''اے میرے بھائی! ٹھہر جا...... اگر انسان کی زندگی پر ذلت چھا رہی ہو تو مرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

(یعنی گیدڑ کی زندگی سے شیر کی موت بہتر ہے)

آزاد اور خود دار مسلمان دل کی گہرائی سے چاہتا ہے کہ اپنے دین اور وطن کا دفاع کرے...... ابو محجن اس سے پہلے چوری چھپے شراب پینے کی لذت میں گرفتار تھے! اب الله تعالیٰ کی راہ میں جام شہادت نوش کرنے کے شوق سے سرشار ہو گئے...... حضرت عمر فاروق رضی الله تعالیٰ عنہ ابو محجن کی دلاوری، پیش قدمی، میدان جنگ میں جہاد کے فطری شوق اور شہسواری کے ساتھ تیر اندازی کے لگاؤ کو بخوبی جانتے تھے...... اور ان کا موجودہ ابتلا بھی ان کے سامنے تھا...... اس لئے جب انہیں ابو محجن کے فرار کا علم ہوا تو انہوں نے فرمایا: ابو محجن اس لئے بھاگے ہیں کہ وہ اپنی سزا کی مدت دشمنوں سے جہاد کرتے ہوئے گزار دیں...... وہ سعد بن ابی وقاص کے پاس جائیں گے...... اور وہاں جنگ اور تیر اندازی میں حصہ لے کر اپنے دل کا شوق پورا کریں گے۔

انہوں نے حضرت سعد کو پیغام بھیجا:

''اگر ابو محجن آپ کے پاس آئیں تو انہیں گرفتار کر کے اپنے پاس قید کرلیں۔''

ادھر ابو محجن حضرت سعد کے لشکر میں پہنچے، ادھر حضرت فاروق اعظم کا حکمنامہ بھی پہنچ گیا...... حضرت سعد نے حضرت فاروق اعظم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ابو محجن کو گرفتار کر کے اپنے خیمے میں قید کر دیا۔

صبح ہوئی تو ابو محجن نے گھوڑوں کی آوازیں اور تلواروں کی جھنکاریں سنیں...... مجاہدین کو نعرے لگاتے ہوئے سنا: وَامُحَمَّدَاہ۔ وامُحمَّدَاہ...... یا رسول الله، یا رسول الله!...... تو ان کا دل شوق جہاد سے تڑپ اٹھا...... اور سینہ جذبۂ جہاد سے لبریز ہو گیا...... وہ کسی ڈسے ہوئے دکھی کی طرح رو رہے تھے اور دل میں کہہ رہے تھے:

کیا میرا عورتوں کے درمیان عورتوں کی طرح قید ہو کر بیٹھے رہنا صحیح ہے؟...... جب کہ شہسوار گھوڑوں کی پشتوں پر سوار ہو کر اپنا دلی مقصد فتح یا شہادت حاصل کر رہے ہیں..... تف ہے بزدل پر، افسوس ہے بزدل پر...... اللہ کرے کہ بزدلوں کی آنکھیں نیند آشنا نہ ہوں...... اللہ کی قسم! میں بھاگ کر میدان جنگ میں اس لئے آیا تھا کہ اپنے مجاہد بھائیوں کے ساتھ مل کر جہاد کروں گا اور رب کائنات سے انعام شہادت حاصل کروں گا.....لیکن مجھے ان سب چیزوں سے روک دیا گیا ہے.....اور ایک عورت کی طرح عورتوں کے پہلو بہ پہلو خیمے میں بند کر دیا گیا ہے.....حیف ہے اس زندگی پر.....نفرین ہے اس جینے پر۔

کیا نبی قرآن ﷺ کا پروردہ، تہلکہ خیز بہادر اور صف شکن شہسوار ایسے خوفناک موقع پر اپنے اوپر ضبط کا بندھن باندھ سکتا ہے؟.....اور یہ سب کچھ دیکھ کر برداشت کر سکتا ہے؟

ہاں ہاں! جب انہوں نے دیکھا کہ قادسیہ کے میدان میں جنگ پورے زور شور سے جاری ہے.....اور اس کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں.....تو انہیں جام و مینا یاد رہا، نہ ساقی اور صحن گلستان..... ان پر تو ایک جنون سوار ہو گیا..... ان کی عقل جواب دے گئی.....اور ان کا دل قابو سے باہر ہو گیا.....انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کریں؟ اور کیا کہیں؟۔

اسی اثناء میں روتے اور بلکتے ہوئے حضرت سعد کی اہلیہ محترمہ کو مخاطب کیا.....اور حالت یہ تھی کہ آنسوان کے رخساروں پر بہ رہے تھے..... کہنے لگے: سلمٰی! کیا آپ نیکی کا ایک عظیم کام کرنا چاہتی ہیں؟.....ایسا کام جس پر آپ کو دنیا و آخرت میں اجر و ثواب ملے گا۔

انہوں نے کہا: ابو محجن! فرمائیے وہ کون سا کام ہے؟

ان کا خیال تھا کہ شاید وہ کھانے پینے کی فرمائش کریں گے۔

... اگر آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ سے محبت رکھتی ہیں تو مجھے رہا کر دیں..... اور حضرت سعد کا چتکبرا گھوڑا مجھے عاریتہً دے دیں..... پھر ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے اشکبار آنکھوں سے کہنے لگے:

سلمٰی! میں اللہ تعالیٰ کے نام پر عہد کرتا ہوں کہ اگر میرے رب نے مجھے محفوظ رکھا تو میں واپس آ کر دوبارہ اپنے پاؤں میں بیڑیاں پہن لوں گا۔

حضرت سلمٰی نے ان کی بات نہ مانی.....اور دل میں کہنے لگیں: ممکن ہے یہ پہلے کی طرح پھر راہ فرار اختیار کرنا چاہتے ہوں...... حضرت سعد انہیں میرے پاس بطور امانت چھوڑ گئے ہیں.....انہیں کیا جواب دوں گی؟۔

ابو محجن نے بڑا اصرار کیا، لیکن سلمٰی نہیں مانیں.....انہوں نے ٹھنڈی آہیں بھرتے ہوئے اور آنکھوں سے سیل اشک بہاتے ہوئے درج ذیل شعار پڑھے، جو سلمٰی نے بھی سنے:

كَفٰى حَزَنًا اَنْ تَدْتَدِى الْخَيْلُ بِاالْقَنَا
وَاُتْرَكَ مَشْدُوْدًا اعَلِىَّ وَثَاقِيَا

غم زدہ ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ گھوڑوں پر نیزوں کی چادر تنی ہوئی ہو اور مجھے سخت بندشوں میں باندھ کر ڈال دیا گیا ہو۔

اِذَاقُمْتُ عَنَّانِى الْحَدِيْدُ وَغلِّقَتْ
مَصَارِيْعُ مِنْ دُوْنِىْ تُصِمُّ الْمُنَادِيَا

جب میں کھڑا ہوتا ہوں تو لوہے کی بیڑیاں مجھے تکلیف دیتی ہیں اور میرے آگے کواڑ بند کر دیئے گئے ہیں، جو پکارنے والے تک میری آواز پہنچنے نہیں دیتے۔

وَقَدْ كُنْتُ ذَامَالٍ كَثِيْرٍ وَاِخْوَةٍ
وَقَدْتَرَكُوْنِىْ وَاحِدًا لَّااَخَالِيَا

میں بڑے مال کا مالک تھا، میرے بھائی بھی تھے، لیکن انہوں نے مجھے اس طرح تنہا چھوڑ دیا جیسے میرا کوئی بھائی ہی نہ ہو۔

حَبِيْسًا عَنِ الْحَرْبِ الْعَوَانِ وَقَدْ بَدَتْ
وَاَعْمَالُ غَيْرِىْ يَوْمَ ذَاكَ الْمُنَادِيَا

''جنگ اپنے جوبن پر اور ظاہر و باہر ہے۔ مجھے اس سے روک دیا گیا ہے، میرے سوا دوسروں کے اعمال مشہور و معروف ہیں۔'' (جاری ہے)

بچوں کا معارف

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

علامہ مولانا فضل القدیر ندوی *

حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینے چلے گئے۔ جب وہاں خیریت سے پہنچنے کی خبر آ گئی تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جان میں جان آئی۔

کچھ دنوں کے بعد مدینے سے ایک وفد آیا اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چہیتی بہنیں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اسی وفد کے ساتھ مدینے چلی گئیں۔ اب حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بالکل تنہا ہو گئیں۔ ماں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دنیا سے رخصت ہو چکی تھیں، والد محترم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینے تشریف لے جا چکے تھے، اب ان کی پیاری اور چہیتی بہنیں بھی مدینے چلی گئیں۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے اللہ ہی کا آسرا رہ گیا۔ اسی کے حکم کے انتظار میں دن گزارنے لگیں۔

ایک دن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ کے ایک تجارتی قافلے کے ساتھ نکلے۔ مدینے کی سرحد پر مسلمانوں نے ان کو روکا، اس لئے کہ قافلے کی نیت ٹھیک نہیں تھی۔ ایک ہلکے سے مقابلے کے بعد اس قافلے کے لوگ گرفتار ہو گئے اور یہ عجیب اتفاق کہ ان ہی میں ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام قیدیوں کو پیش کیا گیا، تو آپ ﷺ نے ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو الگ کر دیا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ''قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو''۔

ادھر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو پہلے ہی سے تنہائی کی وجہ سے بہت پریشان تھیں، ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرفتاری کی خبر سے ان کے دل کو اور بھی دکھ ہوا، مالی حالت بہت اچھی نہ تھی، ان کا دل چاہتا تھا کہ ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلد قید سے چھوٹ کر مکہ آ جائیں اور ان کے والد ماجد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرم فرمائیں۔

اس زمانے میں قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑا لیا جاتا تھا، مگر ان کے پاس پیسہ کہاں تھا؟

انہوں نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اپنا بکس کھولا اور ایک ہار نکالا۔ یہ وہ ہار تھا جو ان کو جہیز میں ان کی والدہ ماجدہ نے دیا تھا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ شفیق والدہ یاد آ گئیں۔ اپنے دیور عمرو بن ربیع کو بلایا اور کہا: ''یہ ہار لے کر مدینہ چلے جاؤ اور فدیہ دے کر اپنے بھائی ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھڑا لاؤ''۔

عمر بن ربیع نے مدینہ پہنچ کر جب وہ ہار حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو اسے دیکھ کر آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ چہیتی بیوی اور آپ ﷺ پر سب سے پہلے اسلام لانے والی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یاد آ گئیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی آپ ﷺ کو اب دیدہ دیکھ کر غم زدہ ہو گئے۔ ایک لمبی خاموشی کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! اگر اس فدیہ کے بدلے میں قیدی کو رہا کر دو اور یہ ہار بھی لوٹا سکو تو ایسا کر دو''۔

سب نے بہ یک آواز کہا: ''ہاں! یا رسول اللہ ہم ایسا ہی کریں گے''۔

ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہا ہو گئے اور جب وہ مکہ جانے لگے تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''ابوالعاص! زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تم مدینہ بھیج دو، اس لئے کہ وہ مسلمان ہو چکی ہیں۔ ان کے اسلام نے تم دونوں کی راہیں الگ الگ کر دی ہیں''۔

ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعدہ کر لیا اور جب وہ مکہ پہنچے تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہیں دیکھ کر بے انتہا خوش ہوئیں اور ان کا

* پروفیسر ایسٹرن میڈیسن فیکلٹی، ہمدرد یونیورسٹی کراچی

سارا غم جاتا رہا۔

ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، ''زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا، میں تمہیں رخصت کرنے آیا ہوں''۔ پھر اپنا وعدہ بتایا۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ سے رخصت ہوئیں۔ اپنے محبوب شوہر کو چھوڑ کر جب جانے لگیں تو ان کے دل کا حال کچھ عجیب تھا۔ مگر اسلام تو ایثار و قربانی ہی کا مذہب ہے۔ اللہ کی راہ میں انسان سارے رشتوں کو قربان کرنے کے بعد ہی پکا مسلمان ہوتا ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کا بہترین نمونہ پیش کیا، مگر آزمائش کا سلسلہ ابھی کہاں ختم ہوا۔ جب وہ مکہ جانے لگیں تو قریش نے انہیں گھیر لیا۔ ان کو بے رحمی سے مارا پیٹا۔ ان کو شدید چوٹ آئی اور جسم سے خون بہنے لگا۔ بہ مشکل ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو کسی طرح پھر مکہ واپس لے کر آئے۔ کچھ دنوں کے بعد موقع پا کر اپنے چھوٹے بھائی عمرو بن ربیع کے ہمراہ مدینہ روانہ کیا اور وہ اس مرتبہ انہیں بہ حفاظت مدینہ طیبہ، حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا کر واپس ہوئے اور ان کا دل بھی بے حد رنجیدہ ہوا۔

دن گزرتے گئے۔ ایک بار پھر ابوالعاص قریش کے قافلے کے ساتھ شام کے لئے روانہ ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خبر ملی تو آپ ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا حال پتا لینے کے لئے بھیجا۔ یہ ہجرت کا چھٹا سال تھا اور جمادی الاولیٰ کا مہینہ تھا۔ قافلے کا جب سامنا ہوا تو انہوں نے اپنے سارے ساز و سامان کو زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے قافلے میں شامل لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ ان میں ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوبارہ گرفتار ہو کر مدینہ پہنچے اور انہوں نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پرانے رشتے کا واسطہ دے کر پناہ مانگی۔ انہوں نے پناہ دے دی۔

یہ بڑا الم ناک منظر تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز سے فارغ ہو کر گھر لوٹ رہے تھے تو دروازے پر ایک سایہ سا نظر آیا۔ آپ ﷺ آگے بڑھے تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور نہایت ادب سے رندھے ہوئے گلے سے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ ہم نے ابوالعاص کو پناہ دے دی ہے''۔

حضور ﷺ فوراً صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مجمع میں تشریف لائے اور فرمایا: ''لوگو! کیا تم نے وہ سنا جو میں نے سنا؟''

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: ''ہاں! یا رسول اللہ''۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

''ایمان والوں کا دست شفقت غیر مسلموں پر بھی ہوتا ہے، مومن اپنے سے کم زور لوگوں کو پناہ دیتے ہیں''۔

پھر آپ ﷺ اس گھر میں تشریف لائے جہاں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوالعاص کو مکہ روانہ کر دو اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم دیا کہ ان کے قریب نہ رہیں۔ اس لئے کہ ابوالعاص جب تک مشرک ہیں، ان کے نزدیک حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رہنا مناسب نہیں ہے۔

ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جس کا کچھ باقی بقایا تھا، ادا کر دیا اور اعلان کیا کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ پھر مدینہ لوٹ گئے۔ جب وہ ایک مسلمان اور مہاجر کی حیثیت سے وہاں پہنچے تو حضور ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لوٹا دیا اور ابوالعاص کے ساتھ رہنے کا حکم دے دیا۔ گھر کی ساری خوشیاں لوٹ آئیں اور غم کے سارے بادل چھٹ گئے۔

ایک سال تک گھر ہر طرح کی خوشیوں سے بھرا رہا۔ پھر ہمیشہ کے لئے جدائی کی گھڑی آ گئی اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی طویل علالت کے بعد ایمان، صبر، قربانی اور اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کا مکمل نمونہ پیش کر کے ہجرت کے آٹھویں سال دنیا سے رخصت ہو گئیں۔

حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بہت غم ہوا، آپ ﷺ کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل پڑے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کو غسل دیا جائے۔ پھر آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی آخری آرام گاہ تک ان کو پہنچایا۔

دفن کے بعد ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب گھر لوٹے تو انہوں نے اپنے بچوں، علی اور امامہ کو چمٹا کر پیار کیا اور دیر تک روتے رہے۔

جدید دور کے تناظر میں شورائی حکومت اور جدید نظام حکومت

تقابلی مطالعہ

مصنف : ثمر سلطانہ*

اسلام دین فطرت ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے انفرادی واجتماعی امور باہمی مشورے سے طے کریں۔ اسلام میں شوریٰ سے مراد وہ مجلس مشاورت ہے جو قرآن وسنت کی روشنی میں اجتہاد کر کے اجماع یعنی اتفاق رائے سے کسی مسئلہ کا حل پیش کریں۔ قرآن مجید میں مشورہ کرنے کا حکم ہے:

ترجمہ: ''تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں ہے (ترجمہ کنزالایمان) سورۃ النحل، پارہ ۱۴، آیت ۴۳

اور ساتھ ہی آگے فرمادیا:

ترجمہ: ''تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں (ترجمہ کنزالایمان) سورہ الزمر ۲۳، آیت ۹

ان آیات مبارکہ سے یہ بات واضح ہے کہ مشورہ صرف اہل علم وعمل، باکردار اور اہل الرائے افراد ہی سے لیا جاسکتا ہے۔ ہر کس وناکس مشورہ کرنے کے قابل نہیں ہوتا جیسا کہ مغربی جمہوریت میں ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف اسلامی جمہوریت سے مراد اہل علم حضرات کی اکثریت یعنی جمہور کا کسی مسئلہ پر اجماع کرنا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شہید ہونے سے قبل خلیفہ منتخب کرنے کا اختیار چند جلیل القدر اور معتبر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سونپا تھا۔

اسلام کا نظام شورائیت

اسلام کی رو سے خلیفہ یا حاکم کے انتخاب سے لے کر امور سلطنت تک تمام معاملات باہمی مشورہ سے طے کئے جانے چاہئیں۔

قرون اولیٰ میں حاکم کا تقرر بیعت کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ جس میں چند اصحاب علم وعمل حاکم وقت سے بیعت کرنے کے بعد اپنے اپنے حلقے کے باقی افراد سے خود بیعت لے لیا کرتے تھے۔ ہر شخص خود جا کر فرداً فرداً حاکم وقت سے بیعت نہیں کرتا تھا۔

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر خلفائے راشدین کے دور تک صرف ایسے ہی اصحاب علم وفضل اور زہد وتقویٰ مجلس شوریٰ میں رکھے جاتے تھے جو اپنے اپنے حلقوں میں باکردار صاحب اعتبار مشہور ہوا کرتے تھے۔ لیکن اس مشورے کے عمل میں صاحب مسئلہ، صاحب اختیار یا صاحب اقتدار شخص کو فیصلہ کرنے کی آزادی ہوتی تھی اور مجلس شوریٰ کو اختیار حاصل ہوتا تھا کہ اگر خلیفہ وقت یا متعلقہ شخص اپنی مرضی سے کوئی ایسا فیصلہ کرنا چاہے جو قرآن وسنت کے خلاف ہو تو وہ اسے معزول کرسکتی تھی اور اس کی بیعت توڑ کر دوسرے موزوں شخص کو خلیفہ نامزد کرسکتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منصب خلافت سنبھالتے ہی جو خطبہ دیا تو اس میں صاف فرمایا

''اگر مجھے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق عمل کرتا دیکھو تو میرا ساتھ دو اور اگر اسلامی احکامات کی خلاف ورزی کرتے پاؤ تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں بلکہ مجھے معزول کردو''۔

حدیث ہے: ''میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی''

اسی طرح ہر کام باہمی مشورے کے ساتھ اجتماعی طور پر کرنے میں رحمت وبرکت حاصل ہوتی ہے۔ حدیث ہے

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ سیاسیات، جامعہ کراچی

''مشورہ میں برکت ہوتی ہے''

اسی طرح جس شخص سے مشورہ لیا جائے اس کے بارے میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ''مشورہ دینے والا امانت دار ہوتا ہے'' (ترمذی)

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انفرادی اور اجتماعی معاملات میں کسی عالم فاضل سے مشورہ کرنا ضروری اور بہتر ہے جبکہ مشورہ دینے والے کو انتہائی خلوص، دیانتداری، ایمانداری اور رازداری کے ساتھ بہترین مشورہ دینا چاہئے تاکہ ملت اسلامیہ کے تمام امور خیر وخوبی کے ساتھ انجام پائیں۔

''اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ انسان اس زمین میں اللہ کا نائب اور خلیفہ ہے مگر یہ نیابت یا خلافت کسی فرد، قبیلے، خاندان یا قوم کو حق نہیں ہے بلکہ انسانیت کا یہ اجتماعی اعزاز ہے اور اس نیابت اور خلافت کا مقصد یہ ہے کہ اس زمین پر اللہ کے دین کو نافذ کیا جائے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم کردی نہج (Pattern) پر مسلمانوں کے امور مملکت وحکومت کو چلایا جائے۔''(1)

''اسلام کی رو سے مسلمانوں کی اجتماعی ہیت حاکم نظام حکومت اور افراد حکومت کو مسلمانوں کی اجتماعی رائے اور مرضی سے منتخب کیا جائے گا۔ جسے قرون اولیٰ میں بیعت سے تعبیر کیا جاتا تھا اور دور جدید میں (Vote) یا اظہار رائے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔''

(2) وہ امور جو قرآن وسنت کی رو سے قطعی طور پر طے شدہ ہیں انہیں من وعن نافذ کیا جائے اور جن امور میں اجتہاد کی گنجائش ہے ان میں اجماع واتفاق رائے یا کثرت رائے سے فیصلہ کیا جائے اسی چیز کو قرآن نے شورائیت سے (Advisory) تعبیر کیا ہے اور ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''اور ان کا کام ان کے پاس کے مشورے سے ہے (ترجمہ کنزالایمان) سورۃ الشوریٰ، اایت: ۳۸

ترجمہ: ''اور کاموں میں ان سے مشورہ لو (ترجمہ کنزالایمان) سورۃ آل عمران، آیت: ۱۵۹

ترجمہ: ''حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکم والے ہیں، پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو (ترجمہ کنزالایمان)

سورۃ النساء، آیت: ۵۹

یعنی غیر مشروط اطاعت صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لازم ہے۔ حاکم وقت کی اطاعت اس امر کے ساتھ مشروط ہے کہ اگر وہ کتاب وسنت کے تقاضوں کے مطابق ہے تو فبہا ورنہ اسے مسترد کردیا جائے گا۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''یعنی کسی ایسے معاملے میں مخلوق کی اطاعت لازمی نہیں جس میں خالق کی نافرمانی لازمی ہوتی ہو''

نظام حکومت کو چلانے والے ادارے ریاست کی تشکیل اس کی تاسیس، رئیس مملکت کا انتخاب غرض یہ کے تمام شرعی و انتظامی معاملات کو چلانے کے لئے قرآن ہدایت کرتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کی روشنی میں اہل ایمان باہمی مشورے سے عمل کریں اور یہ مشاورت خواہ بلاواسطہ ہو یا افراد کے منتخب شدہ نمائندوں کے ذریعے ہو اسی کو خصوصیت حاصل ہونی چاہئے اور اس کے ساتھ ہی قرآن ہدایت دیتا ہے اولی الامر کا انتخاب نہایت محتاط طریقے سے ہونا چاہئے اور ان میں جن صفات کا ہونا ضروری ہے اس کی قرآن وضاحت کرتا ہے۔

ترجمہ: کیا اس گمان میں ہو کہ یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے پہچان نہ کرائی ان کی جو تم میں سے جہاد کریں گے اور اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہ بنائیں گے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

سورۃ التوبہ، آیت: ۱۶

وہ ان اصولوں (جو قرآن وسنت میں وضع کئے گئے ہوں) کو مانتے ہوں جن کے مطابق نظام خلافت چلانے کی ذمہ داری ان کے سپرد کی جارہی ہے اس لئے کسی نظام کو چلانے کی ذمہ داری ایسے

لوگوں کو نہیں سونپی جاسکتی جو اس کے اصول پر ایمان نہیں رکھتے ہوں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: ''اور اس کا کہا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا'' (ترجمہ کنزالایمان) سورۃ الکہف، آیت:۲۸

وہ ظالم، فاسق وفاجر، خدا سے غافل اور حد سے گزر جانے والے نہ ہوں بلکہ ایماندار، خداترس ونیک ہوں اس لئے قرآن کی رو سے ''اسلامی ریاست میں اگر کوئی ظالم اور فاسق وفاجر امارت یا امامت کے منصب پر قابض ہو جائے تو اس کی اطاعت قانون باطل ہوگی'' (3) ایک جگہ اور قرآن میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''اور حد سے بڑھنے والوں کے کہنے پر نہ چلو وہ جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں'' (ترجمہ کنزالایمان) سورۃ الشعرا آیت:۱۵۱،۱۵۲

اور پھر خدا نے قرآن میں خود فرمایا کہ اطاعت کا معیار کیا ہے۔

ترجمہ: ''بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے (ترجمہ کنزالایمان) سورۃ الحجرات، آیت:۱۳

وہ نادان وجاہل نہ ہو۔ بلکہ ذی علم، دانا اور معاملہ فہم ہوں اور جو کاروبار خلافت چلانے کی ذہنی وجسمانی صلاحیت رکھتے ہوں چنانچہ قرآن کہتا ہے۔

ترجمہ: ''اور بے عقلوں کو ان کے مال نہ دو جو تمہارے پاس ہیں (ترجمہ کنزالایمان) سورۃ النساء، آیت:۵

وہ امانت دار ہوں تاکہ نظام خلافت کی ذمہ داری کو دیانت کے ساتھ پوری کریں اور ان پر اعتماد کیا جاسکے کیونکہ جو لوگ بد دیانت ہوں گے ان پر کوئی بھروسہ نہیں کرسکتا اور وہ اپنی مرضی چلائیں گے قرآن کہتا ہے۔

ترجمہ: ''بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو (ترجمہ کنزالایمان) سورۃ النساء، آیت:۵۸

موازنہ

''اسلام میں کسی بھی طرح کی آمریت (Dictatorship) مطلق العنانی (Autocracy) اور ملوکیت (Monarchy) کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسی طرح اسلام میں اس طرز کی پاپائیت (Thedcracy) کی بھی کوئی گنجائش نہیں جو ازمنہ وسطیٰ میں کلیسا نے قائم کر رکھی تھی۔ یہ بھی ایک طرح سے مذہبی طبقے کی گروہی طبقاتی مطلق العنانیت تھی۔ جس میں اللہ کے دین کی حکمرانی کے بجائے مذہبی طبقے کی خواہشات کی حکمرانی تھی اور جس کے ردعمل کے نتیجے میں مغرب میں لادینیت (Secularism) نے فروغ پایا۔ (4)'' مغرب میں لادینی ریاست کا طریقہ چل پڑا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں پاپائیت نے ایک نظام کی شکل اختیار کرلی تھی اور من مانی تو جہات کو مذہب کا نام دے کر عوام کے حقوق سلب کرلئے گئے تھے۔ جاگیرداری کا استعبدادی نظام عوام کی گردنوں پر قابض ہو چکا تھا اور سب کچھ مذہبی رہنماؤں کی مسیحی تحریف شدہ تعلیمات تھیں جن کی وجہ سے استبدادی نظام قید وبست نے عوام کی گردنوں پر اپنی گرفت مضبوط کرلی تھی اس لئے عوام نے مذہب سے بیزاری کا اعلان کردیا اسی طرح لادینی ریاست وجود میں آئی۔ سیکولرازم کی ابتداء 1832ء سے ہوئی جب ''جیک ہولیک'' نے سیاست کو مذہب سے پاک رکھنے کی تحریک چلائی اور سیکولرازم کا اثر یہ ہوا۔

ا) اس سے ذہنی طور پر پراگندگی اور تشکیک کی فضاء پیدا ہوئی اور بے اعتقادی عام ہوگئی اس کی بنیاد پر ''اشتراکیت'' جس میں مذہب کو قطعاً دخل نہیں اور بظاہر اس کی ابتداء عوام کے افلاس اور غربت دور کرنے کے اعلان سے کی گئی تھی لیکن اس میں اصل کشش نچلے افلاس زدہ طبقات میں اچھی تنخواہ والے مزدوروں اور تعلیم وتربیت یافتہ کارکنوں کو پیدا کرنا تھا۔

ب) ہر شخص کے سامنے ذاتی اغراض اور اپنی خواہشات کی تکمیل رہ گئی جس کے نتیجے میں دو ہولناک جنگیں ہوئیں جن میں

مرنے والوں کی تعداد پوری تاریخ کی تمام جنگوں سے مجموعی طور پر بہت زیادہ ہے۔

ج) اس کے عام اخلاقی اثرات بھی تباہ کن ہوئے اور نیکی بدی کی تمیز ختم ہوگئی۔

د) حقیقتاً ۔ ۔ ازم عملاً ناکام نہیں ہوا بلکہ تاریخ اب اس سے بہت آگے نکل گئی اور اسے اب فرسودہ اور دقیانوسی کہا جانے لگا۔

جبکہ اسلام میں ریاست خود ایک مقصد نہیں بلکہ ایک بلند ترین مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اس لئے وہ فاشسٹ ریاست سے بالکل الگ حیثیت رکھتی ہے کیونکہ فاشسٹ خود ایک مقصد بن جاتی ہے جس میں فرد کی کوئی حیثیت نہیں رہتی ''اسلامی ریاست ایک لادینی ریاست سے بھی بنیادی طور پر مختلف ہے کیونکہ لادینی ریاست اپنے معاملات اور مسلک کو مذہب اور الہامی ہدایت سے الگ رکھتی ہے اور محض عقل اور مصلحت سے اپنا کام چلاتی ہے۔''(5)

عام خیال یہ ہے کہ مغربی جمہوریت اور اسلام کے سیاسی نظام میں مماثلت ہے اور جمہوریت ہی اسلام کے سیاسی نظام کا دوسرا نام ہے حقیقتاً یہ تصور گمراہ کن ہے۔ ''اسلام کا نظام شورائیت اس حد تک تو مغرب کی جمہوریت سے مماثلت رکھتا ہے کہ اسلام کا نظام شورائیت اور مغرب کی جمہوریت دونوں میں رائے کا احترام کیا جاتا ہے مگر باقی تقریباً ہر لحاظ سے اسلام کا نظام شوارئیت مغرب کی جمہوریت کے موجودہ تصور سے مختلف ہے۔''(6) اسلام کا نظام شورائیت بنیادی طور پر مغرب کی جمہوریت سے دو طرح سے سے ہے۔

اول: مغربی جمہوریت میں جمہور یا عوام کو اقتدار اعلیٰ حاصل ہوتا ہے پورے سیاسی نظام کا مقصد عوام کی مرضی کے عین مطابق معاشرہ کو ڈھالنا ہوتا ہے۔ جمہوریت میں صحیح وہ ہے جسے عوام کی عددی اکثریت حاصل ہو خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو اور غلط وہ ہے جسے عوام کی عددی اکثریت نہ چاہے خواہ وہ صحیح کیوں نہ ہو۔ گویا جمہوری اقدار کا نظام عوام کی اکثریت کی مرضی پر مبنی ہے۔ اس میں مستقل یا آفاقی قدریں نہیں ہوتیں بلکہ تمام اقدار کیونکہ عوام کی اکثریت کی مرضی کے گرد گھومتی ہیں لہٰذا یہ اقدار اضافی نوعیت کی ہوتی ہیں پس انصاف، سچائی، شرافت، حیا کا کوئی بنیادی پیمانہ نہیں ہوتا۔

جبکہ اسلام کا سیاسی نظام شورائیت مستقل دینی اقدار پر مبنی ہوتا ہے جو کہ عوام کی اکثریت کی تائید کا محتاج نہیں ہوتا اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اسلام میں اقتدار اعلیٰ انسان کو نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اور انسان کا کام ان اقدار کو اپنے معاشرہ میں رائج کرنا ہے تبدیلی کرنا نہیں۔ معاشرہ چاہے جس قسم کا بھی ہو وہ ان دینی مستقل اور آفاقی اقدار سے بندھا ہوا ہے۔

اسلام کے سیاسی نظام میں سچائی، شرافت، حیا دینی اقدار ہیں اور یہ مستقل ہیں پس عوام کی سو فیصد اکثریت بھی ان اقدار کو بدل نہیں سکتی عوام کی اکثریت کوئی ایسا قانون نہیں بنا سکتی جس میں ناانصافی، بے حیائی، غنڈہ گردی اور جھوٹ کو جائز قرار دے یا انہیں تحفظ دے۔ ''جمہوریت میں کوئی مستقل آئین نہیں ہوتا بلکہ عوام اپنی مرضی سے آئین بناتے ہیں اور اپنی مرضی سے آئین کو بدلتے ہیں جبکہ اسلام کے نظام شورائیت کا مستقل آئین اللہ تعالیٰ کا دیا اور قرآن مجید کی صورت میں موجود ہے۔ عوام کی مرضی اسے بدل نہیں سکتی۔ عوام یا پارلیمنٹ اس مستقل آئین کی روشنی میں قانون سازی کرسکتی ہے۔''(7)

دوم: اسلام کے نظام شورائیت اور مغربی جمہوریت میں ایک بنیادی اختلاف یہ بھی ہے کہ جمہوریت میں ہر شہری کو مساوی طور پر ووٹ یا رائے دینے کا حق حاصل ہوتا ہے خواہ وہ صاحب علم وعمل ہو یا نہیں جبکہ اسلام میں صرف اہل رائے (صاحب علم وعمل) کو رائے دینے کا حق دیا گیا ہے۔ ''اسلام کے نظام شورائیت میں صرف صاحب رائے اور متقی لوگوں سے رائے لی جاتی ہے جبکہ مغربی جمہوریت میں ''One man one vote'' ایک آدمی ایک ووٹ کے اصول کے تحت تمام لوگوں سے بلاتمیز کردار علم کی رائے لی جائے گی اور ہر شخص کی رائے کا وزن برابر ہوتا ہے یہ چیز انصاف کے اصول کے برعکس ہے کیونکہ اس طرح معاشرہ میں اگر جہلا اور غنڈوں

کی اکثریت ہے تو ان کی مرضی شرفا اور علما پر حاوی ہو جاتی ہے۔'' (8) اسلام میں مغربی طرز کی جمہوریت کے لئے بھی کوئی جگہ نہیں جس میں اقتدار اعلیٰ (Soveregnty) کو عوام کا حق تسلیم کیا گیا ہے اور جسے عوام کے براہ راست منتخب نمائندے استعمال کرتے ہوئے جس چیز کو چاہیں جائز قرار دیں اور جسے چاہیں ناجائز قرار دے دیں۔ ایسی تمام ریاستیں (Secular States) کہلاتی ہیں جو سرکاری طور پر کسی مذہب یا دین کی پابند نہیں ہوتیں بلکہ عوام کی اجتماعی رائے ہی (General Will) اصول اور قانون کہلاتا ہے۔

اسلام میں جمہوریت ضرور ہے مگر مطلق العنانی اور مادر پدر آزاد جمہوریت بالکل نہیں ہے۔ جس میں اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ کو تسلیم نہ کیا جائے اور جمہور اپنے آپ کو اس کی مرضی اور احکام کا تابع نہ سمجھیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر بفرض محال کسی ملک یا روئے زمین کے تمام عوام مل کر بھی اللہ کے دین کے کسی قطعی اور طے شدہ حکم کو بدلنا چاہیں تو انہیں اس کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ ''اسلام کی رو سے حکومت و اقتدار اعلیٰ اللہ کی امانت ہے اور مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ تمام افراد مل کر اجتماعی جدوجہد کے ذریعے اللہ کے دین کو نافذ کریں۔'' (9)

اسلامی نقطہ نظر

اسلامی ریاست ایک خاص قومی ریاست سے بھی مختلف ہے کیونکہ اس کی بنیاد محض قوم پر نہیں نظریہ اصول پر ہے۔ کیونکہ اسلام کا تصور قومیت دوسروں سے الگ ہے۔ اسلامی ریاست حکومت الٰہیہ قائم کرتی ہے اور پاپائیت وتھیا کریسی ہے جس میں مذہبی پروہتوں کی اجارہ داری ہوتی ہے بالکل ختم کر دیتی ہے۔ ''اسلامی ریاست کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک ''شورائی'' اور جمہوری ریاست ہے جس میں تمام انسانوں کی برابری ہے رنگ ونسل یا نسب کی یا کسی اور بنیاد پر کسی خاص گروہ کو دوسرے پر برتری نہیں دی جاتی بلکہ وحدت آدم اور مساوات اس کی بنیاد ہوتی ہے۔ اور اس کی قیادت اس کو حاصل ہوتی ہے جو پوری قوم کا معتمد ہو اور ارباب حکومت بنیادی پالیسیوں میں باہم مشورے کرتے رہیں۔ ان میں تمام شہریوں اور حدود ریاست کے رہنے والوں کے حقوق وفرائض متعین ہوتے ہیں حکومت پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان حقوق کی ادائیگی کی ذمہ داری ہوتی ہے۔'' (10)

قانون اسلامی کی نگاہ میں انسانی مساوات کے اصول کے تحت سب برابر ہیں۔ حاکم یا محکوم کسی میں کوئی تمیز نہیں۔ اور اسلامی ریاست کی اہم بنیاد ''شورائی'' ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کے معتمد تمام امور سلطنت کو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق مسلمانوں کے مشورے کی روشنی میں طے کریں۔ ''اسلام میں استبداد نہیں اسلام میں نامزدگی نہیں اس کا پورا نظام چلانے کے لئے شوریٰ لازم ہے۔'' (11)

اسلامی طرز حکومت نہ آمریت کو گوارہ کرسکتی ہے اور نہ موروثی شہنشاہیت کو برداشت کرتی ہے بلکہ اسلامی حکومت شورائی اور جمہوری ہے۔ ''شورائی اس اعتبار سے کہ حکومت کی بنیادی پالیسی اولی الامر باہم مشورے سے طے کرتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام میں مداخلت نہیں کرتا اور نہ اس کی بال برابر خلاف ورزی کرسکتا ہے۔'' (12)

اسلامی جمہوریت کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ حاکم پر سب کا اعتماد ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

''میری امت کے عبادت گزار اور اطاعت گزار لوگوں کو جمع کرو اور انہیں مشورہ کے لئے مخصوص کرو۔''

غرض متقی، اہل علم اور صاحب سمجھ لوگوں سے حالات کے لحاظ سے مشورہ کرنا اسلامی ریاست کی بنیادوں میں سے ہے۔

''اسلامی ریاست کا حاکم کوئی بھی ہوسکتا ہے اور وہ حاکم اللہ اور امت دونوں کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے وہ موروثی حاکم نہیں ہوتا بلکہ جب بھی منتخب ہوگا اپنے علم تقویٰ اور ذہانت اور معاملہ کی شہرت کی بنیاد پر ہوگا اسے بدلنے کا ہر وقت امت کو اختیار حاصل رہتا

ہے۔''(13)''اسلامی احکام الہامی احکام ہیں کوئی شخص من مانے قوانین نہیں بنا سکتا ہے اور عندالضرورت جو قانون بنے گا وہ خدائی قانون کبھی نہیں کہلائے گا بلکہ اولی الامر (مقتدر) کا اجتہاد کہلائے گا۔ جن پر تنقید کرنے کا ہر ایک کو حق حاصل رہے گا۔''
(14)حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ''شوریٰ میں رائے دینے والا فرد امانت بردار ہے اس کو رائے اس طرح دینی چاہئے جیسے ایک امین دوسرے کی امانت ادا کرتا ہے۔''
(15)شورائی نظام میں مستقل گروہ بندی نہیں ہوئی اختلاف رائے وقتی ہوتا ہے جو کہ قرآن وسنت کے واقع احکامات کی رو سے دور ہو جاتا ہے جبکہ موجودہ دور کے پارلیمانی نظام میں مستقل گروہ بندی ہوتی ہے۔

''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر ہمیں کوئی ایسا امر درپیش ہو جس کے متعلق نہ قرآن میں کوئی حکم ہو اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد معلوم ہو تو ہم کیا کریں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کے عابد لوگوں کو جمع کرو اور اس سے مشورہ کرو اور کسی ایک کی رائے پر فیصلہ نہ کرو'' (16)اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مشاورت میں عابد لوگوں کو شامل کیا جائے اور اللہ کے نافرمانوں کو ہرگز نہ شامل کیا جائے گا۔ الغرض اسلام کے نظام شورائیت میں مندرجہ ذیل واضح نکات ہمیں ملتے ہیں۔

۱۔حاکمیت اللہ کو حاصل ہے۔

۲۔ قانون سازی اللہ کی مرضی ومنشا کے نفاذ کیلئے اللہ کے پسندیدہ عوام کریں گے۔

۳۔اہل علم اور متقی لوگوں کو شامل کیا جائے گا۔

مشاورت کی مشینری اور نظام سے متعلق طریقہ کار کیلئے صرف بنیادی اصول فراہم کردیئے ہیں اور بقیہ امت کی صوابدید پر چھوڑ دیا کہ وہ حالات کے تقاضوں کے مطابق اسے خود طے کریں۔لہٰذا کسی بھی اسلامی حکومت کو مجلس شوریٰ کے منتخب کرنے کے ضمن میں مندرجہ ذیل امور پیش نظر رکھنا چاہئے۔

۱۔علوم دینیہ میں مہارت حاصل ہو۔

۲۔صرف عالم اسلام نہ ہوں بلکہ عامل اسلام بھی ہوں۔

۳۔گناہ اور سزا سے پاک ہوں۔

۴۔عوام الناس میں اچھی شہرت رکھتے ہوں۔

۵۔تحقیق وتنقید میں مہارت ہو۔

۶۔شہرت وعہدہ کے متمنی نہ ہو۔

۷۔مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں کو نمائندگی دی جائے۔

۸۔اراکین کا انتخاب ہر قسم کی وابستگی سے پاک ہو۔

۹۔ارکان شوریٰ پر عوام کو کامل اعتماد ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

''تمہارے بہترین امام اور قائد وہ ہیں جن کو تم چاہتے ہو اور وہ تم کو چاہتے ہوں اور تم ان کو دعائیں دیتے ہو اور وہ تم کو دعائیں دیتے ہوں اور تم میں سے بدترین رہنما وہ ہیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو وہ تم کو ناپسند کرتے ہوں اور وہ تم پر لعنت بھیجتے ہوں اور تم ان پر لعنت بھیجتے ہو۔''(مسلم)

بیسویں صدی عیسوی میں جہاں سائنس نے بے انتہا ترقی کی اور اس کے ساتھ ساتھ صنعت و حرفت کے شعبہ میں انقلاب برپا ہوا وہاں دیگر عمرانی علوم کی طرح علم سیاسیات کو بھی نئی وسعتوں سے مالا مال کیا ہے انقلاب فرانس انقلاب روس اور امریکہ کی آزادی کے بعد دنیا میں نہ صرف بادشاہت اور آمریت کا دائرہ کار محدود ہوتا چلا گیا بلکہ جمہوریت کو رفتہ رفتہ شرف حاصل ہوتا چلا جارہا ہے اور جمہوریت مضبوط و مستحکم ہوتی چلی جارہی ہے۔ان تبدیلیوں کے پس منظر میں ریاستوں کے سیاسی نظاموں کے ڈھانچوں میں بھی تبدیلیاں رونما ہورہی ہیں قوموں کی سیاسی یا سماجی اور ثقافتی ضروریات کے تحت کچھ سیاسی ادارے بھی وجود میں آئے ہیں اس کے علاوہ چند روایتی سیاسی اداروں میں ترمیم کر کے ان کو جدید ضروریات کے عین مطابق کرلیا

گیا ہے۔ ایسے اداروں میں شوریٰ کا ادارہ واضح اور نمایاں تر ہے جو قابل ذکر ہے۔ شوریٰ کو متعارف کروانے کا سہرا اسلام کے سر ہے۔ عہد رسالت اور خلفاء راشدین کے دور میں شورائی نظام پر باقاعدگی سے عمل کیا گیا۔ جدید دور میں مجلس شوریٰ کی جگہ پارلیمنٹ نے لے لی ہے۔ دیگر ممالک میں ان کو مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔

''اسلام نے پہلی بار مجلس شوریٰ کا تصور پیش کیا جو آج کل کی پارلیمان کے مقابلے میں بدرجہا بہتر تھی انگلستان میں پہلی بار پارلیمان ہنری سوم نے ۱۲۶۵ء میں قائم کی تھی وہ بھی مکمل اور بااختیار پارلیمان نہیں تھی۔ یہ عالم اسلام کی بدقسمتی تھی کہ بنوامیہ اور بنوعباس نے نظام شوریٰ ختم کر کے مطلق العنانیت کو فروغ دیا، ورنہ آج مسلمانوں سے زیادہ کوئی بھی جمہوری مزاج کا حامل نہ ہوتا۔'' (17) ''سروجنی نائڈو نے صحیح کہا ہے کہ اسلام نے سب سے پہلے جمہور کی حکومت قائم کی جسے قانون الٰہی متحرک رکھتی ہے۔'' (18)

جدید دور میں مجلس شوریٰ کی جگہ پارلیمنٹ نے لے لی ہے۔ دیگر ممالک میں ان کو مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ پارلیمنٹ سے مراد عوام کی منتخب نمائندوں پر مشتمل ادارہ ہے جو قانون سازی اور مشاورت کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ ''مغربی ممالک نے سیاسی عمل کے ذریعہ شوریٰ کا موثر انتظام کیا ہے۔ وہاں کے عوام اپنے نمائندوں کو منتخب کر کے شورائی اداروں (پارلیمان) کی تشکیل کرتے ہیں اور قوم کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی امور میں اتفاق رائے کی سبیل نکالتے ہیں۔'' (19)

''مغربی سیاسی ثقافت سے متاثر ہونے والے ممالک نے مسابقانہ جماعتی نظام قائم کر کے عام بالغ رائے دہی کی بنیاد پر پارلیمان تشکیل کیں۔ جو بااختیار ہیں اور اجماع کے تحت عوامی خواہشات کو عملی شکل دیتی ہیں۔ جبکہ روسی سیاست ثقافت سے متاثر ہونے والے مسلم ممالک نے یک جماعتی نظا[illegible]تم کر کے جماعت کے چیدہ قائدین کے ہاتھوں میں اختیارات م[illegible]ز کر دیا ہے اور حقیقی سیاسی عمل کی راہ بند کر دی۔ [illegible] [illegible]ریلمان وہاں بھی ہیں لیکن وہ صرف جماعت کے قائدین کے فیصلوں کی توثیق کرنے والے ادارے ہیں۔'' (20)

جوں جوں مسلم ممالک مغر[illegible] [illegible]تعماری طاقتوں سے آزادی حاصل کرتے گئے وہاں بھی شوریٰ کے لئے پارلیمان [illegible] [illegible]وئیں جو اجماع کے اصول پر قوانین واضع کرتی اور پالیسی بناتی ہیں۔ اگر قرآن وسنت سے کوئی اصول نہیں ملتا تو اس صورت میں اجتہاد کرتی ہیں۔ اسلامی ممالک میں سب سے پہلے ترکی کے مصطفیٰ کمال اتاترک نے خلافت کے ادارے کو ختم کر کے عوام کی منتخب کردہ گرانڈ نیشنل اسمبلی کو شوریٰ کے اختیارات دیئے تھے۔ یہی اسمبلی اجماع کے تحت متعلقہ امور پر بحث کر کے قوانین تشکیل دیتی تھی۔ علامہ اقبال نے اسے اجتہاد قرار دیا بعد میں ایران اور مصر نے بھی پارلیمان قائم کر کے اپنے ممالک میں شوریٰ کا اہتمام کیا۔ (21)

اسلامی ممالک کی طرح دیگر ممالک نے بھی اپنے اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے علاقائی اور بین الاقوامی تنظیمیں تشکیل دے رکھی ہیں۔ مثلاً غیر جانبدار ممالک کی تنظیم (NAM)، سارک ممالک کی تنظیم اس ہی طرح G-8 کی تنظیم وغیرہ جہاں وہ باہمی مشو[illegible] کے ذریعے اپنے مسائل کا حل تلاش کرتے ہیں۔ ان تنظیموں میں غیر جانبدار ممالک کی تنظیم، افریقی ریاستوں کی تنظیم، یورپی ممالک کی یونین وغیرہ نمایاں ہیں۔ اقوام متحدہ کی بین الاقوامی تنظیمیں، اقوام متحدہ بھی مشاورت کے اصولوں کی بنیاد پر اپنے فرائض سرانجام دیتی ہے۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ جدید سائنسی دور میں بھی شوریٰ کی تنظیم اپنے فرائض سرانجام دے رہی ہے لیکن اس کی شکل مختلف ہے۔

دوسری عالمی جنگ کے بعد تیسری دنیا کے بہتر مسلم ممالک کو آزادی حاصل ہوئی اس کے نتیجے میں نہ صرف مسلم نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا بلکہ دنیا کے اسلامی ممالک نے اخوت کے جذبے کے تحت مسلم امہ کے اتحاد کو عملی شکل دے دی اس ضمن میں عالمی سطح پر بے شمار اسلامی تنظیمیں معرض وجود میں آچکی ہیں۔ ان میں سے اسلامی

کانفرنس کی تنظیم، رابطہ عالم اسلامی اور ایکو تنظیم نمایاں ہیں۔ اسلامی کانفرنس کی تنظیم کا پہلا سربراہی اجلاس مراکش کے شہر رباط میں ستمبر **1969**ء میں ہوا۔ اس کے بعد آج تک کانفرنسیں مسلسل ہو رہی ہیں۔ جو کہ مسلم ممالک کے لئے پلیٹ فارم کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس میں سربراہان مملکت یا ان کے نمائندے عالم اسلام سے متعلق امور پر باہمی صلاح ومشورے سے فیصلے کرتے ہیں۔ لیکن اب تک دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ ڈھیلی ڈھالی تنظیم کی وجہ سے اتفاق رائے سے جو فیصلے سامنے آئے وہ واضح مثبت نتائج نہ دے پائے بہرحال یہ مثبت پہلو ہے کہ ان مسلم قائدین اور سربراہان کی وجہ سے مل بیٹھنے اور شورائی عمل جاری ہونے کی وجہ سے مسلم دنیا کے معاشی، سماجی اور سیاسی معاملات میں پیش رفت ہوئی ہے جس کو اجماع کی ایک شکل کہا جا سکتا ہے لیکن اگر تمام مسلم ممالک میں اور خود اس پلیٹ فارم پر شورائی نظام قائم ہو جاتا ہے تو نہ صرف مسلم ممالک میں مضبوط بنیادوں پر شورائی اور جمہوری نظام قائم ہو سکتا ہے بلکہ یہ تنظیم بھی موثر انداز میں اجماع اور اجتہاد کو بروئے کار لا سکتی ہے اور ایک مضبوط مسلم امہ کا قیام عمل میں آ سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ پروفیسر مولانا منیب الرحمٰن، اسلامیات، مکتبہ فریدی، وفاقی گورنمنٹ اردو کالج، کراچی، ۱۹۸۳ء، ص ۳۱۳

۲۔ ایضاً

۳۔ محمد عبدالرشید، اسلامی ریاست وحکومت، علمی کتاب گھر کراچی، ۱۹۷۹ء، ص ۲۱۰

۴۔ پروفیسر مولانا منیب الرحمان، اسلامیات، مکتبہ فریدی، وفاقی گورنمنٹ اردو کالج، کراچی، ۱۹۸۳ء، ص ۳۱۳

۵۔ عبدالقیوم ناطق، صراط مستقیم، طاہر سنز کراچی، فروری ۱۹۸۲ء، ص ۲۹۰

۶۔ محمد آصف ملک، مسلمانوں کے سیاسی افکار وادارے، پبلیشرز ایمپوریم، احاطہ شاہد ریاں، ۲۲ اردو بازار لاہور ۲۰۰۲ء، ص ۲۴۰۔

۷۔ ایضاً ص ۲۴۱

۸۔ ایضاً ص ۲۴۱

۹۔ پروفیسر مولانا منیب الرحمٰن، اسلامیات، مکتبہ فریدی، وفاقی گورنمنٹ اردو کالج، کراچی، ۱۹۸۳ء، ص ۳۱۴

۱۰۔ عبدالقیوم ناطق، صراط مستقیم، طاہر سنز کراچی، فروری ۱۹۸۲ء، ص ۲۹۰۔

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ مولانا محمد عبدالسلام صدیقی قادری، دین مبین، کفایت اکیڈمی، کراچی، نومبر ۱۹۶۶ء، ص ۲۲۸

۱۳۔ ایضاً ص ۲۲۶

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ مولانا حامد انصاری، اسلام کا نظام حکومت، ندوۃ المصنفین، اردو بازار، دہلی بازار، دوم ۱۹۵۶ء، ص ۳۴۳

۱۶۔ محمد آصف ملک، مسلمانوں کے سیاسی افکار وادارے، پبلیشرز ایمپوریم، احاطہ شاہد ریان، 22 اردو بازار لاہور 2002ء، ص ۲۴۱۔

۱۷۔ پروفیسر سلطان احمد صدیقی، اسلامی افکار وسیاسیات، کفایت اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۵ء، ص ۱۴۸۔

۱۸۔ مولانا حامد انصاری، اسلام کا نظام حکومت، ندوۃ المصنفین، اردو بازار، دہلی بار، دوم ۱۹۵۶ء، ص ۲۳۸

۱۹۔ پروفیسر سلطان احمد صدیقی، اسلامی افکار سیاسیات، کفایت اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۵ء، ص ۱۴۹

۲۰۔ ایضاً ص ۱۵۰

۲۱۔ محمد آصف ملک، مسلمانوں کے سیاسی افکار وادارے، پبلیشرز ایمپوریم، احاطہ شاہد ریان، 22 اردو بازار لاہور 2002ء، ص ۲۳۹۔

فروغ رضویات کا سفر

اپنے دیس........ بنگلہ دیس میں (بارہویں قسط)

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

لیکن راقم جیسا نیا آدمی اس کے ساتھ سفر کرتے ہوئے، کلمہ و درود شریف کا مسلسل ورد کرتے اور سانس روکے ہوئے سفر کرتا ہے اور اپنے ساتھ اس کی بھی بعافیت منزل مقصود تک پہنچنے کی دعا کرتا رہتا ہے۔ البتہ ٹریفک کو منتشر کرنے کیلئے وہ گاڑی میں لگے ہوئے پاور فل ہارن سے بھرپور استفادہ کرتا تھا، دوران سفر منزل مقصود تک پہنچنے تک وہ اسے مستقل بجاتا رہتا تھا جیسے پڑوس میں پرانے زمانے کی زور زور گھنٹی بجانے والی ٹائم پیس گھڑی کسی پڑوسی نے لگا کر چھوڑ دی ہے اور پچھلی پہر رات کے سناٹے میں وہ اس وقت تک بجتی رہتی ہے اور اس کی گونج چالیس پڑوسیوں کے گھر تک پہنچتی رہے جب تک کہ اس کی چابی کی کوک ختم ہو کر دم نہ توڑ دے۔ اللہ تعالیٰ اس ڈرائیور کو جزائے خیر دے اس نے فقیر کا بڑا ساتھ دیا، نہ جانے وہ اب مفتی صاحب کے پاس ہے بھی کہ نہیں، وہ جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوش رکھے اور مسکراتا رکھے۔ (آمین)

محترم جعفر صاحب کا گھر ماشاء اللہ بہت کشادہ ہے۔ بعض کمروں اور برآمدے میں تعمیر کا کام جاری تھا۔ درو دیوار، چھت اور فرنیچر دیکھ کر اندازہ ہوا کہ بحری جہاز کے ہر کارآمد کل پرزہ (شپ بریکلکنگ میٹریل) کا استعمال ان کی تعمیر میں کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جناب جعفر صاحب کو یہ نیا گھر مبارک فرمائے اور انکے اہل وعیال کو دین ودنیا کی بہترین نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین بجق رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔

جناب جعفر صاحب کا دسترخوان ماشاء اللہ بہت وسیع تھا۔ مچھلی اور اس کی ڈش کی انواع واقسام، گھر کی پروردہ مرغی کا سالن، روسٹ، بکری کے گوشت کی متعدد ڈشیں، روٹی، پلاؤ ٹائپ کا بھات (پکا ہوا چاول) سوئٹ ڈش، اور پھلوں میں آم، انگور، اناس، کٹھل، امردو، سیب وغیرہ۔ بحمد اللہ ۳۰/۴۰ آدمیوں نے سیر ہو کر کھایا۔ جب ہم لوگ کھانا کھانے بیٹھے تو پھر موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ اتفاق سے واش روم اور لیٹرن گھر کے اندر بھی زیر تعمیر تھا۔ عارضی واش روم وغیرہ کچی دیوار اور چٹائی کی چھت کا تھا وہ بھی آنگن سے ہو کر جانا پڑتا تھا۔ کھانے کے بعد یا قبل جس کو واش روم جانے کی حاجت ہوئی تو بارش میں بھیگے بغیر اس کو چارہ کار نہ تھا۔ میزبان محترم بے چارے شرمندہ تھے اس پر حضرت قبلہ مفتی صاحب نے ان کو تسلی دی کہ اس میں آپ کا کیا قصور؟ گھر ابھی زیر تعمیر ہے سب کو علم ہے اور بارش امر ربی ہے، سب کو معلوم ہے آپ کیوں غم کھاتے ہیں، پھر بھی وہ لوگوں سے نہایت عجز وانکساری کا اظہار کرتے ہوئے مہمانوں سے معذرت کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو خوش رکھے اور ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ صاحب ثروت ہونے کے باوجود حسن خلق اور عجز وانکساری کا یہ مظاہرہ! یہ سب پیر طریقت اور رہبر شریعت حضرت قبلہ مفتی قاضی امین الاسلام ہاشمی مدظلہ العالی کی تربیت کا اثر ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کا سایہ تا دیر قائم ودائم رکھے (آمین) حضرت نے دعوت کے اختتام پر اپنے اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس گنہگار سے دعا کروائی۔ بعد دعا فقیر نے حضرت سے یہ کہہ کر دوبارہ دعا کی درخواست کی۔ حضرت یہ آپ کے مخلص مرید ہیں آپ بھی جعفر صاحب کے نئے گھر کی برکت اور ان کے اہل وعیال روزگار اور دین ودنیا کی حسنات کے لئے دعا فرمادیں تا کہ ان کی ایک گونہ تسلی ہو جائے کہ مرشد کی زبان مبارک سے بھی دعائیہ کلمات سنے۔ راقم کی درخواست پر حضرت نے ایک جامع دعا فرمائی۔ واپسی پر ہمیں رات

کے ایک بج گئے ہوں گے۔ اورادووظائف پڑھتے پڑھاتے ۲/۱۱،۲ بجے شب بستر پر لیٹا۔ واپسی پر راستے میں حضرت مفتی صاحب نے اپنے نانا جان محترم محدث کبیر حضرت علامہ مولانا سید سفیر الرحمٰن ہاشمی قدس سرہٗ العزیز کے چند واقعات سنائے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ جتنا سفر ہم کر کے آئے ہیں یہ تقریباً ۱۰/۱۲ کلومیٹر کا ہوگا۔ حضرت سفیر الرحمٰن ہاشمی رحمتہ اللہ الباری ہاشمی باڑی سے تقریباً روزانہ پیدل سفر کر کے مٹھیاری شریف آتے تھے۔ اور یہاں ایک مدرسہ میں درس حدیث اور دیگر کتب کی تدریس کے بعد واپس بھی پیدل تشریف لے جاتے تھے۔ چٹا گانگ اور اس کے اکناف میں علم حدیث کی آپ نے بڑی خدمت کی ہے اور سینکڑوں کی تعداد میں تشنگان علم آپ سے فیضیاب ہوئے۔ آپ کے مریدین کی بھی ایک بڑی تعداد ہے۔ جب تک حیات رہے اندرون قلعہ مسجد چٹا گانگ، جو شاید چٹا گانگ شہر کی سب سے بڑی جامع مسجد ہے، میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آپ کے وصال کے کچھ ماہ بعد اس مسجد پر مودودی جماعت نے قبضہ کرلیا۔ آپ کا علمی دبدبہ اور روحانی رعب ایسا تھا کہ زندگی بھر کسی دیوبندی وہابی، اہلحدیث وہابی یا کسی بدمذہب عالم کو آپ سے مناظرہ کی جرات نہ ہوسکی۔ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ رضویہ چرندیپ چٹا گانگ کو بھی آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ یہ بات انہوں نے فقیر سے ایک ملاقات میں دوران قیام چٹا گانگ فخریہ بیان کی۔ شیر بنگال حضرت علامہ مولانا سید عزیز الحق القادری (۱۳۲۳ھ۔۱۳۸۹ھ/۱۹۰۶ء۔۱۹۶۹ء) علیہ الرحمتہ کے بھی آپ سے نیاز مندانہ اور عقیدتمندانہ تعلقات تھے۔

فقیر نے حضرت مفتی امین الاسلام ہاشمی اور ان کے برادر اکبر امام اہلسنت بنگلہ دیش حضرت علامہ مولانا نورالاسلام ہاشمی حفظہما الباری دونوں سے اور آخر میں علامہ مفتی امین الاسلام صاحب کے صاحبزادے فاضل نوجوان مولانا مفتی شاہد الرحمٰن ہاشمی سلمہ الباری سے دوران قیام چٹا گانگ بار بار درخواست کی کہ محدث کبیر علامہ سید سفیر الرحمٰن ہاشمی علیہ الرحمتہ کی حیات اور کارناموں کے بارے میں ایک مقالہ تحریر کردیں۔ لیکن ہنوز فقیر کی اس درخواست کو پذیرائی حاصل نہیں ہوسکی ہے۔

بارش کا سلسلہ رات بھر جاری رہا، جب ہم لوگ بھٹیاری میر جامع مسجد کی محفل سے حضرت مفتی امین الاسلام ہاشمی مدظلہ العالی کے دولتکدے پر لوٹے تو رات کافی ہوچکی تھی، راستے بھر جل تھل کا سماں تھا۔ مفتی صاحب کی حویلی اور مدرسہ احسن العلوم کے درمیان ایک بڑا سا تالاب ہے۔ بارش کی وجہ سے اس کا پانی کناروں سے ابل کر سڑک تک آگیا تھا۔

صبح ۲۸ رجون بروز ہفتہ متعدد علماء، طلباء اور مفتی صاحب قبلہ کے مریدین ومتوسلین فقیر سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ فاضل نوجوان اسکالر وچیئرمین اسلامک ریسرچ سینٹر دنیاج پور علامہ ڈاکٹر سید ارشاد احمد بخاری صاحب حفظہ اللہ الباری بھی ساتھ تھے۔ مفتی صاحب کے ڈرائینگ روم میں جو نیچے کی منزل پر تھا، ہم سب کی نشست تھی۔ آنے والے احباب میں حضرت علامہ مفتی عبیدالحق نعیمی صاحب۔ شیخ الحدیث جامع احمدیہ سنیہ عالیہ سولہ شہر، حضرت مولانا محمد زکریا خان صاحب، مدرسہ رضویہ اسلامیہ چرندیپ، الحاج مولانا عبدالمنان صاحب مترجم کنزالایمان (بنگالی)، حضرت مولانا اسمٰعیل رضوی صاحب، صدر احمد رضا ریسرچ سینٹر، الحاج مولانا ابوالقاسم نوری صاحب، حضرت الحاج مولانا بدیع العالم رضوی صاحب پرنسپل مدرسہ طیبیہ اسلامیہ سنیہ فاضلیہ، حوالی شہر، وصدر رضا اسلامک اکیڈمی، چٹا گانگ، مولانا جسیم الدین صاحب الازہری، مولانا نظام الدین رضوی صاحب سکریٹری اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن، چٹا گانگ بنگلہ دیش، جناب مصباح الدین بختیار ایڈووکیٹ صدر اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن، حضرت مفتی صاحب کے داماد محترم مولانا حافظ انیس الزماں صاحب استاذ جامعہ احمدیہ سنیہ ونائب صدر اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن وغیرہ زیادہ معروف شخصیات تھیں۔ اس نشست میں تشریف فرما حضرات علماء کرام سے فروغ رضویات اور مسلک اہلسنت کی نشرواشاعت کے حوالے سے مفید گفتگو ہوئی۔

(جاری ہے)

"فنِ شاعری اور حسان الہند"

کا علمی اور تحقیقی جائزہ

اگر کوئی فاضل استدلال کے ساتھ قاضی صاحب سے اختلاف کرنا چاہیں تو معارف رضا کے صفحات حاضر ہیں

قاضی عبدالدائم دائم *

جبکہ اعلیٰ حضرت تو اپنے کلام کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ وہ الـمنّة للّٰه "بیجا" سے محفوظ" ہے" اور ظاہر ہے کہ کلام کو کوئی ایسی ڈراؤنی صورت نہیں پیش آ سکتی جس سے محفوظ رہنے پر اللہ کا شکر ادا کیا جائے۔

یہ ساری غلطی "بیجا" کے املاء سے لگی۔ درحقیقت یہ لفظ "بے جا" ہے جس کو کبھی "بیجا" بھی لکھ دیا جاتا ہے۔ جیسے "بے دم" کو "بیدم" اور "بے دل" کو "بیدل" لکھ دیا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے کلام سے نہایت مسرور ہوں کیونکہ وہ ہر بے جا چیز سے یعنی بے جا لفاظی، بے جا مبالغہ آرائی اور بے جا مدح و ذم وغیرہ سے بحمداللہ محفوظ ہے۔

۴---ص ۳۰۱ پر حُدیٰ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ رات کو عرب ساربان بیٹھ کر اپنے اہل وعیال کی یاد میں جو نغمے الاپتے تھے انہیں حدی کہا جاتا ہے۔ حالانکہ حُدیٰ اس نغمے کو کہا جاتا ہے جو سفر کے دوران اونٹوں کو تیز چلانے کے لئے گایا جاتا ہے۔ ایسے نغمے گانے والے کو عربی میں حــادی اور فارس میں حدی خوان کہا جاتا ہے۔ غیاث اللغات فارسی میں ہے۔

"حُدیٰ---بضم اوّل و فتح دال مہملہ و بعدہ الف بصورت یا۔ سرودے کہ در عرب شتربانان مے سرایند و شتر بداں مست شدہ چالاک مے گردد۔ از مدار۔ و در منتخب و صراح، حدی بضم اول بمعنی راندن شتر بنغمہ۔" غیاث اللغات، فصل حائے مہملہ مع دال مہملہ، ص ۱۶۹۔

مختصر یہ کہ حدی اس نغمے کو نہیں کہا جاتا جو بزم شبانہ میں مل بیٹھ کر اہل وعیال کی یاد میں گایا جاتا ہے؛ بلکہ حدی وہ نغمہ ہے جو سفر کے دوران اونٹوں کو تیز چلانے کے لئے الاپا جاتا ہے۔

غرضیکہ اس طرح کی متعدد فروگزاشتیں پائی جاتی ہیں مگر اتنی مفصل کتاب میں چند چھوٹی موٹی اڑچنوں کا پایا جانا کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے؛ البتہ نہایت افسوسناک لغزش وہ ہے جو نعت مستزاد کی تقطیع میں واقع ہوئی ہے۔

مصنف اس سلسلے میں رقمطراز ہیں:-

"o حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:-

■ وہی رب ہے جس نے تجھ کو، ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو، ترا آستاں بتایا تجھے حمد ہے خدایا

اس شعر کو علم عروض کے ضوابط وقوانین سے صنعت مُستزاد کا ثابت کریں۔ صنعت مستزاد کی شرط یہ ہے کہ جو زائد ٹکڑا ہوتا ہے، وہ اسی مصرعہ کے رکن اوّل اور رکن آخر کے برابر ہوتا ہے۔ مذکورہ شعر میں دو مصرعے ہیں اور ہر مصرعہ دو رکن پر مشتمل ہے۔"

(باقی آئندہ)

☆ (سجادہ نشین، خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ، ہری پور ہزارہ)

دینی، تحقیقی وملی خبریں

سنی رضوی جامع مسجد فیصل آباد میں عرس محدث اعظم کی تقریب سعید

☆ ۲۹۔۳۰ رجب المرجب بمطابق ۱۵۔۱۶ ستمبر بروز بدھ، جمعرات مرکزی سنی رضوی جامع مسجد گلستان محدث اعظم علیہ الرحمتہ اور مرکزی دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے ۵۷ ویں سالانہ جلسہ دستار فضیلت کی باوقار تقریب حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی کی زیرنگرانی حسب سابق شایان طریقہ سے منعقد ہوئی۔ جس میں ملک بھر سے سینکڑوں علماء کرام ومشائخ عظام ہزاروں معتقدین وبرادران طریقت اور احباب اہلسنت نے شرکت کی۔ آخری نشست میں بفضلہٖ تعالیٰ امسال ۱۰۹ علماء کرام ۸۱ حفاظ کرام اور ۴۴ قراء حضرات کل ۲۳۴ فارغ التحصیل حضرات دستارِ فضیلت سے مشرف ہوئے۔ دو روزہ پروگرام کی تمام نشستوں کا اختتام صلوٰۃ وسلام ودعائے خیر پر ہوا ہر دو روز لنگر کا وسیع انتظام کیا گیا اور محدث اعظم کے مزار شریف پر فاتحہ خوانی کرنے والوں کا تانتا بندھا رہا اور مزار مبارک ظاہری باطنی انوار سے جگمگاتا رہا۔

☆ امسال حاجی فضل کریم صاحب رضوی کے صاحبزادے محمد حامد رضا صاحب بھی دستار فضیلت سے مشرف ہوئے۔ مولیٰ کریم صاحبزادہ موصوف کے علم وعمل میں برکت فرمائے اور جد امجد حضرت محدث اعظم حضرت مولانا سردار احمد علیہ الرحمتہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆ روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی سے اعلیٰ حضرت پر ۲۵ ویں پی ایچ ڈی کرنے کی منظوری: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کی کاوش سے اوران کے زیرنگرانی بریلی کی ایک اسکالر آنسہ حامدہ قادری کو ''اردو نثر نگاری اور مولانا احمد رضا خان'' کے عنوان پر پی ایچ ڈی کی منظوری مل گئی ہے۔

☆ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب کی دو تازہ تصانیف ''مفتی اعظم ہند مجدد کیوں'' اور ''مسلک اعلیٰ حضرت'' (ہندی) بریلی شریف سے شائع ہوئی ہیں۔ کتابیں حاصل کرنے کیلئے ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی۔ 104، جسولی بریلی شریف، ہند سے رابطہ کریں۔

☆ انجمن ضیائے طیبہ میٹھادر، کراچی نے علامہ نسیم احمد صدیقی، نوری کی مرتبہ ضیائے حدائق بخشش شائع کر کے مفت تقسیم کی ہے۔

☆ بنگلہ دیش کے ممتاز عالم اور اہل سنت کے فاضل مصنف مولانا عبدالمنان صاحب مدظلہ، (چٹاگانگ) نے حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمتہ کے ترجمہ کنزالایمان پر تحریر کردہ حاشیہ نورالعرفان کا بنگالی میں ترجمہ کیا ہے جو شائع ہوگیا ہے۔ واضح رہے کہ مولانا موصوف اس سے قبل کنزالایمان کا بنگالی ترجمہ کر چکے ہیں جو تین بار شائع ہو چکا ہے۔ بنگلہ دیش کی اسلامک یونیورسٹی (کشتیا) کے پروفیسر ڈاکٹر عبدالودود صاحب زید مجدہ، نے تفسیر نعیمی کا بنگالی میں ترجمہ شروع کیا ہے۔ پہلی جلد مکمل ہو چکی ہے۔ قارئین کرام سے تکمیل کی دعا کی درخواست ہے۔ ادارہ ان دونوں علمائے کرام کو ہدیہ تبرک پیش کرتا ہے۔

☆ فاضل نوجوان اور پشتو وفارسی کے ماہر ادیب مولانا ذاکر اللہ نقشبندی نے پشتو میں کنزالایمان کا ترجمہ شروع کردیا ہے۔ آپ

اپنے اوقات کا کثیر حصہ اس کار رضا پر صرف کر رہے ہیں۔ اہل سنت حضرات سے درخواست ہے کہ وہ مولانا نقشبندی کے حق میں دعا کریں کہ وہ اس ترجمہ کو جلد از جلد مراحل تکمیل تک پہنچائے تا کہ پشتو سے واقف حضرات تک اعلیٰ حضرت کے ادب واحترام سے مملو ترجمہ کے فیوض وبرکات پہنچ سکیں۔

☆ ستمبر۲۰۰۴ء میں لاہور کے مشہور محقق جناب عبدالستار طاہر مسعودی اور نوجوان قلم کار جناب سعید مجاہد آبادی ادارہ میں تشریف لائے۔ جناب سعید مجاہد آبادی نے اپنی مرتبہ کتب ادارہ کی لائبریری کے لئے عنایت فرمائیں۔ دونوں حضرات نے زیادہ وقت ادارہ کی لائبریری میں گزارا اور ادارے کی ۲۴ سالہ کارکردگی کی تعریف وتحسین کی۔

☆ ماہنامہ ''کنزالایمان'' لاہور کے مدیر محترم جناب نعیم طاہر صاحب اکتوبر کے اوائل میں ادارہ میں تشریف لائے آپ نے ادارہ کے کتب خانہ کیلئے اپنے ادارہ کی شائع کردہ اہل سنت ڈائریکٹری کی دو جلدیں عنایت فرمائیں۔ آپ نے ادارہ سے اعلیٰ حضرت پر شائع ہونے والے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مواد کی عکسی نقول اور سالانہ کانفرنس کی کیسٹ حاصل کیں۔

☆ نعتیہ ادب کے معتبر اور فکری جریدے نعت رنگ کا اعلیٰ حضرت نمبر زیر ترتیب ہے۔ دلچسپی رکھنے والوں سے قلمی تعاون کی درخواست ہے۔ رابطہ B-50 سیکٹر 11-A نارتھ کراچی 75850، فون 6901212، فیکس 6933918

☆ جامعہ کراچی کے پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی نے ادیب رائے پوری کی وفات پر دلی تعزیت کا اظہار کیا ہے، انہوں نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا کہ ادیب رائے پوری نہ صرف منفرد لہجے کے شاعر تھے بلکہ ان کا اہم کارنامہ ''نعت اکیڈمی'' کا قیام تھا۔ وہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار تھے۔ مرحوم سچے عاشق رسول تھے وہ گزشتہ نصف صدی سے ملک کے کونے کونے میں محبت رسول پھیلا رہے تھے، نعتیہ شاعری پر ان کی کتابیں اردو ادب میں بلند مقام رکھتی ہیں۔ ادیب رائے پوری کا انتقال ایک عظیم سانحہ ہے۔

☆ کراچی مہر منیر اکیڈمی انٹرنیشنل کے زیر اہتمام ممتاز نعت گو شاعر ومحقق سید حسین علی ادیب رائے پوری کے انتقال پر ایک تعزیتی ریفرنس ہوا جس سے خطاب کرتے ہوئے اکیڈمی کے چیئرمین صابر داؤد نے کہا کہ حسین علی ادیب رائے پوری کی فروغ نعت کے لئے شاعرانہ اور محققانہ خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ اجلاس سے مدیر نعت رنگ اور ممتاز نعت گو شاعر سید صبیح الدین رحمانی نے بھی خطاب کیا۔ بعد ازاں محفل نعت ہوئی جس میں نعت خوانوں نے ادیب رائے پوری کا نعتیہ کلام پیش کیا۔

☆ جہلم میں المصطفیٰ لائبریری کا قیام

مجاہد رضویت راجہ محمد طاہر رضوی قادری مرحوم ومغفور کے ایصال ثواب کے لئے ان کے چہلم کے موقع پر المصطفیٰ لائبریری کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۰/اکتوبر بعد عصر تا مغرب ATI جہلم کے احباب کے زیر نگرانی افتتاحی پروگرام تھا۔ صاحبزادہ بدرالسلام مجددی ابن پیر محمد صادق مجددی کوٹلی آزاد کشمیر نے دعائیہ کلمات ادا فرمائے۔

قارئین کیلئے اہم اطلاع

قارئین کرام اور معاونین ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (انٹرنیشنل) پاکستان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ پاکستان میں ادارہ کا مرکزی دفتر 25/ جاپان مینشن، دوسری منزل صدر کراچی میں ہے اور اس کی ایک برانچ اسلام آباد D-44/4، اسٹریٹ 38، سیکٹر F-6/1 میں ہے۔ باقی پو[illegible] ملک یا کسی بیرونی ملک میں ادارے کی کوئی برانچ نہیں اگر کہیں کوئی اس نام سے کام کر رہا ہے تو اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے نہ ہم اس کے اشاعتی کام یا کسی قسم کے لین دین کے ذمہ دار ہیں۔

دورونزدیک سے

ڈاکٹر نجم القادری (میسور.....انڈیا)

ماہ رواں کے اوائل ہی میں میں نے محترم ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کی ہدایت کے مطابق ضروری دستاویزات ان ہی کے نام سے بھیج دی ہیں.....آپ کے تازہ حکم کے مطابق مطبوعہ تھیسس کی کاپی دوعدد، سند، یوارڈ، اور پی۔ایچ۔ڈی رجسٹریشن کے معاً بعد ہونے والے امتحان کی مارک کارڈ کی ایک ایک کاپی حاضر ہے یہ ہماری غفلت رہی کہ اپنے محسن ادارہ ''ادارہ تحقیقات امام احمد رضا'' کے نام تھیسس کی کاپی نہ بھیج سکا۔

ہاں ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کے نام ایک کاپی بھیجی تھی۔ لگتا ہے وہ پوسٹ کی نذر ہوگئی.....کتاب کا اصل مسودہ، تھیسس شائع ہونے کے بعد یونیورسٹی کی لائبریری میں ہم نے جمع کردیا ہے، مطبوعہ نسخہ اس کی من وعن کاپی ہے.....البتہ ''اشاریہ'' سے پہلے کی چیزیں اور صفحہ نمبر ۴۶۲ کے بعد کی چیزیں ''اضافات'' ہیں.....

قادری، رضوی کتبخانہ لاہور نے یہاں کے مطبوعہ کا عکس، محترم ملک محبوب الرسول قادری کے مقدمہ کے ساتھ چھاپا ہے، جس کا ٹائٹل پیج مجلاً، دیدہ زیب اور بہت ہی پرکشش ہے۔

مگر ''حرف سخن'' جس میں خصوصیت سے ابواب کا تعارف اوراحباب کا تذکرہ تھا۔ نیز مقدمہ جو ہمارے کچھ معترضین پروفیسر صاحبان کے بعض اعتراض کا جواب فراہم کرتا تھا، انہیں حذف کردیا ہے.....اس قسم کے تصرف سے پہلے ناشر کورابطہ کرنا چاہئے تھا۔ اگر وہ کہتے تو میں اس کی تلخیص بھیج دیتا.....بہر حال جو ہوا اچھا ہوا۔

رب قدیر ان حضرات کے اخلاص کو قبول فرمائے۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی سلور جوبلی کی تقریبات ابھی سے تصورات کے پردہ سیمیں پر چھائی ہوئی ہیں.....اللہ تعالیٰ اپنے محبوبین کے صدقے میں اس کے اہتمام کا غیب سے انتظام فرمائے.....اور آپ حضرات کی آرزوؤں کو شادکام کرے۔آمین

مولانا انوار احمد خاں بغدادی (جمد شاہی ضلع بستی یوپی، انڈیا)

آج ایک عرصہ کے بعد ان چند سطور سے نصف ملاقات کا شرف حاصل کررہا ہوں، دراصل اس تاخیر کی وجہ یہ تھی کہ میں آپ کی بارگاہ میں اپنے کام کا کچھ نمونہ بھیجنا چاہ رہا تھا جو حوادثات زمانہ کا شکار ہونے کے باعث اب تک تیار نہ ہوسکا جس کے لئے مجھے بے حد افسوس ہے۔

دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ایسا انتظام فرمادے کہ راقم زیادہ سے زیادہ مقدار میں اور بڑے سے بڑے پیمانے پر تصنیف وتالیف کی خدمات انجام دے سکے۔

اعلیٰ حضرت سرکار علیہ الرحمتہ کی چند دیگر کتابوں کے ترجے بھی مکمل ہوچکے ہیں، جن میں قابل ذکر یہ ہیں:

(۱) صفائح اللجین فی کون التصافح بالیدن

(۲) اعجب الامراد فی مکفرات حقوق العباد

(۳) النفس الفکر فی قربان البقر.....وغیرھا۔

البتہ ان کی کمپوزنگ کا ایک مسئلہ ہے جو اب تک حل نہ ہوسکا ہے۔کمپوزنگ کے بعد ترجمہ شدہ تمام کتابوں کی تفصیل روانہ کروں گا۔

۱۲ر شعبان المعظم کو دارالعلوم میں دو ماہ کی سالانہ چھٹی ہو جائے گی، میری خواہش ہے جہاں یہ دو ماہ تصنیف وتالیف کے لئے مفید ترین جائیں اور ماضی کے خمیازے کا کفارہ ثابت ہوں وہیں رب تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ دو ماہ میرے نئے مستقبل کا مقدمہ، نئی زندگی کی تمہید اور نئے سفر کا پیش خیمہ ہوں۔

ذکر وفکر رضا.........جرائد و رسائل میں

مرتبہ: حکیم قاضی عابد جلالی

☆......ماہنامہ اسلامک ٹائمز، رضا اسلامک اکیڈمی، ۱۰۴ جسولی، بریلی شریف، مارچ ۲۰۰۴ء

حیات اعلیٰ حضرت، اشاعتی سفر اور نقد و نظر	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی	ج ۳، ش ۲، ص ۱۴

☆......ماہنامہ اعلیٰ حضرت رضا نگر ۸۲، سوداگران، بریلی شریف (یوپی) جنوری ۲۰۰۴ء

کلام الکلام امام الکلام	امام احمد رضا علیہ الرحمہ	ج ۲۲، ش ۱۔۲، ص ۴
ملفوظات اعلیٰ حضرت	مولانا احسن رضا خاں قادری	ج ۴۴، ش ۱۔۲، ص ۴
امام احمد رضا بحیثیت مجدد	محمد شمشیر عالم رضوی	ج ۴۴، ش ۱۔۲، ص ۱۲۵

☆......ماہنامہ مصلح الدین، قادریہ رضویہ میمن مسجد، مصلح الدین گارڈن کراچی، اپریل ۲۰۰۴ء (اعلیٰ حضرت نمبر)

میت کی تدفین کے بعد استغفار	امام احمد رضا علیہ الرحمتہ	ج ۳، ش ۲، ص ۸
نعت رسول مقبول (سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے)	امام احمد رضا علیہ الرحمتہ	ج ۳، ش ۲، ص ۹
اعلیٰ حضرت اور علم ریاضی	مولانا ظفر الدین بہاری	ج ۳، ش ۲، ص ۹
اعلیٰ حضرت سے پوچھیے	امام احمد رضا علیہ الرحمتہ	ج ۳، ش ۲، ص ۴۶
ماہ صفر کے آخری بدھ کی رسومات	امام احمد رضا علیہ الرحمتہ	ج ۳، ش ۲، ص ۲۴

☆......ماہنامہ المظہر، ا۔ضیا منزل (شوگن مینشن) آف محمد بن قاسم روڈ کراچی، فروری ۲۰۰۴ء

امام احمد رضا اور رد بدعات	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	ج ۲، ش ۲۴، ص ۱۵

☆......ماہنامہ رضائے مصطفیٰ زینتہ المساجد دارالسلام، گوجرانوالہ، جون ۲۰۰۴ء

نغمات رضا (تضمین بر کلام اعلیٰ حضرت)	محمد حفیظ نیازی	ج ۲۴، ش ۶، ص ۵
زندہ باد اے مفتی احمد رضا خان زندہ باد	محمد حفیظ نیازی	ج ۲۴، ش ۶، ص ۲۰

☆......ماہنامہ، جام نور، ۴۲۲ مٹیا محل، جامع مسجد دہلی، جنوری ۲۰۰۴ء

امام احمد رضا کے سائنسی نظریات	فیضان المصطفیٰ قادری	ج ۲، ش ۱۵، ص ۱۶

☆......ماہنامہ معارف رضا، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل ۲۵ جاپان مینشن، رضا چوک، ریگل صدر کراچی جنوری ۲۰۰۴ء

آیات تسبیح کی جامع تشریح	امام احمد رضا علیہ الرحمتہ	ش ۶۸، ص ۵
ابراہیم دھان مکی کا خاندان اور فاضل بریلوی	محمد بہاالدین شاہ	ش ۶۸، ص ۱۴

پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کی یہ تحریر رضویات پر کام کی ایک دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہمیں یہ تحریر ماہر رضویات قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ سے ملی ہے جو ہم ان کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہے ہیں (ادارہ)

حیدرآباد
۱۰ مئی

Maulānā Ahmad Rizā Khān, one of the most eminent Scholars of the Muslim world of the 14th century A.H. (20th century A.D.) was born at Bareilly (U.P., India) in 12../.... and died there in 1340/1921. He was educated under his father, as well as under the famous

Thus ever since his age of 15 ... was able to write the "Fatawa" and give verdict ...

has to his credit the following books :—

The Muslim savants and saints of the world appreciated his services of Islam and bore testimony to his extra-ordinary scholarship. Some of them may be mentioned here :—

The real and the only object and motto of his life was "the love for the Holy Prophet (peace!)" and he could leave no stone unturned in defending his love and his beliefs. Throughout his life and in all of his works he maintained this motto and in this respect he could not compromise with any. This peculiarity of his beliefs may be noted in this translation in the verses like ... etc.

Maulana Ahmad Raza Khan, one of the most eminent scholar of the Muslim world of the 14th century A.H.(20th century A.D.) was born at Bareilly (U.P. India) in 12........ and died there in 1340 1920. He was educated under his father........as well as under the famous scholars like..................

Thus ever since his age of 15 years he was able to write the "Fatwa" and give. on Muslim jurisprudence. He was at one time a theologion, a jurisconsult, a grammarian, a Mathematician a Poet an astronomer, and what not? he has to his credit the following books :.....................

The Muslim savants and saints of the world appreciated his services to Islam and bare testimony to his [illegible] scholarship. Some of them may be mentioned here............

The real and the only object and motto of his life was "the love for the Holy Prophet (Grace and Peace be upon [illegible]" and he could leave no stone unturned in defending his love and his beliefs. Throughout his life and in all of his works he mentioned this motto and in this respect he could not cpmpromise with any. This peculiarity of his beleif may be noted in this in this translation in verses like

پیغامِ رضا امتِ ملسمه کے نام

فروغِ تعلیم اور امتِ مسلمہ کے کامیاب مستقبل کیلئے

امام احمد رضا کا دس نکاتی پروگرام

۱......عظیم الشان مدارس کھولے جائیں، باقاعدہ تعلیمیں ہوں؛

۲......طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں؛

۳......مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کاروائیوں پر دی جائیں؛

۴......طبائع طلبہ کی جانچ ہو، جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے؛

۵......ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و تقریراً و واعظاً و مناظرۃً اشاعتِ دین و مذہب کریں؛

۶......حمایتِ مذہب و ردِّ بدمذہباں میں مفید کتب و رسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں؛

۷......تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کیئے جائیں؛

۸......شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں، جہاں جس قسم کے واعِظ یا مُناظِر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبی اعداء کیلئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں؛

۹......جو ہم میں قابلِ کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں، وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں؛

۱۰......آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں جو وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایتِ مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں؛

حدیث کا ارشاد ہے کہ: ’’آخر زمانے میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا‘‘

اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے۔

﴿فتاویٰ رضویہ (قدیم) جلد نمبر ۱۲، صفحہ ۱۳۳﴾